حسن معانی

مُصنّف

محمد افضال الحق جوہر قاسمی

ناشر

مکتبہ دار العلوم رسول پور، گورکھپور

حسن معانی

☆ فصاحت کے اصول

☆ بلاغت کے مواقع

☆ تشبیہ و استعارہ کے نمونے

☆ زبان و بیان کی ندرت

مصنف

محمد افضال الحق جوہر قاسمی

ناشر

مکتبہ دار العلوم رسول پور، گورکھپور

نام کتاب .... حسن معانی

مصنف .... محمد افضال الحق جوہر قاسمی

باہتمام .... محمد قاسمی

طبع اول .... اپریل ۲۰۰۵ء/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

تعداد .... ایک ہزار

کمپوزنگ .... محمد شہاب الدین، فون: 2241500

طباعت .... فیضی آرٹ پریس، گورکھپور

قیمت .... ۵۰ روپے (Rs. 50/-)

ملنے کے پتے

☆ دار العلوم، رسول پور، گورکھناتھ، گورکھپور

☆ دار العلوم رحیمیہ، رگھولی، مئو

☆ مکتبہ حسینیہ، دیوبند

فہرست

تمہید

زبان عوامی بول چال سے بنتی ہے، اس لیے گاؤں سے شہر تک آتے آتے وہ آسان، خوبصورت اور زوردار ہو جاتی ہے اور نحو وصرف کی رعایت نے صحیح اور قابل قبول بنتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس میں تشبیہ واستعارہ کے پھول لگا دیے جائیں تو اس پھلواری سے ساری فضا مہک جاتی ہے، جیسے بچہ خوبصورت ہے، صحیح ہے، مگر پھول کی طرح ہے۔ اس سے اس کا حسن بڑھ گیا اور میرا چاند آ گیا، اس سے خوبصورتی میں جان پڑ گئی۔

علم معانی، بیان اور بدیع کے اصولوں سے زبان فصیح ہوتی ہے، پھر اس میں موقع محل کی رعایت سے حسن پیدا ہوتا ہے، لطافت آتی ہے اور بلاغت کی ترقی سے بچے تیلی اور آزاد بنتے چلے جاتے ہیں۔ آپ طریقہ تعلیم میں اگر زبانی اور کتابی تعلیم کے ساتھ کاپیوں پر اسباق کی مشق کرا دیا کریں تو سنگ پاروں کو ہیرے بنا سکتے ہیں۔

گاؤں سے جو بچے شہر میں آتے ہیں وہ اپنی مادری زبان اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ ان سے تاکید کرنی چاہیے کہ ستھری زبان بولا کریں، تلفظ صحیح کریں، چھوٹے بڑے کے آداب کی رعایت کیا کریں۔ پکارنے میں دیہاتی طور طریقوں سے ہٹ کر شہری انداز پیدا کریں تو نمونے کے آدمی بن جائیں گے۔

محمد افضال الحق جوہر قاسمی

فصل اوّل

احوال اسناد

مرکب تام: کو جملہ کلام یا اصول کہتے ہیں۔

جب ضرورت کے مطابق ہم جملہ بناتے ہیں تو اس کی تین قسمیں ہیں

(۱) جب مرکب تام سے ہم کوئی واقعہ بتاتے ہیں تو جملہ خبریہ ہوتا ہے جیسے بارش ہوگئی۔

(۲) جس مرکب تام سے اپنی منشا ظاہر کرتے ہیں وہ جملہ انشائیہ ہوتا ہے۔ جیسے جاؤ پڑھو۔

(۳) جس مرکب تام سے کوئی اصول، قانون یا ضابطہ بتاتے ہیں وہ کلام ہوتا ہے جیسے الصدق ینجی.

جملہ خبریہ

اگر جملہ کا پہلا جزء اسم ہے تو اسمیہ ہے، جیسے ریل آ گئی۔

اگر جملے کا پہلا جزء فعل ہے تو فعلیہ ہے، جیسے اڑ گئی چڑیا۔

سوال :- دونوں جملوں میں اصل کون ہے؟

جواب :- علم معانی میں موقع محل اصل ہے اگر انتظار نہ ہو تو بچہ خبر دے گا کہ ماموں آئے ہیں اور اگر انتظار تھا تو آ کر کہے گا کہ آ گئے ماموں۔ اسی طرح حیرت کے موقعہ پر کہتے ہیں سانپ سانپ یا مارو مارو، جس پر حیرت ہو اس کو پہلے لاویں گے۔

علم نحو میں جملہ اسمیہ اصل ہے تا کہ مبتدا اور خبر بن سکیں اور جملہ فعلیہ میں فعل فاعل آتے ہیں تو ان کو دوسرا درجہ ملا ہے۔

نسبت تامہ

ہر مرکب کے تین جزء ہوتے ہیں اول مسند الیہ، دوم مسند اور تیسرا جزء نسبت ہے۔ اگر نسبت ناقص ہے تو مرکب ناقص ہے۔ اگر نسبت تامہ ہے تو مرکب تام۔

مرکب ناقص کی بہت قسمیں ہیں مرکب اضافی جیسے مسجد کا مینار مرکب وصفی جیسے خوبصورت پھول، مرکب عطفی جیسے گل وبلبل، مرکب بیانی ابوحفص عمر، مرکب نسبتی جیسے عربی، مرکب صوتی جیسے در در مرکب سماعی جیسے تو تو میں میں، مرکب حرفی جیسے بی بی سی، مرکب بنائی جیسے محمد احمد، مرکب ضدی جیسے کم وبیش، مرکب عددی جیسے ۴۲۰۔

مرکب ناقص کے دونوں لفظوں میں کوئی نہ کوئی ربط ہوتا ہے مگر بات پوری نہیں ہوتی ہے اور اگر دو لفظوں سے بات مکمل ہو جائے تو مرکب تام ہے جیسے زید گیا۔

مرکب تام:۔ اگر دو لفظوں کو ملا کر بات پوری ہو جائے تو اس میں نسبت تامہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جیسے چاند ہو گیا مثبت اور موجبہ ہے اور بلی نہیں تھی منفی اور سالبہ ہے دونوں جملے صحیح ہیں اور مکمل ہیں اس لیے تین جزء ہوئے مبتدا خبر اور نسبت تامہ۔

منطق اور علم معانی میں جملے کے چار جزء ہیں۔

اول موضوع دوم محمول سوم نسبت تامہ چہارم اس نسبت کا واقعہ کے مطابق ہونا یا نہ ہونا جیسے عید کا چاند نکل آیا یا نہیں نکلا دونوں میں ایک ہی واقعہ کے مطابق اور صحیح ہے دوسرا مطابق نہیں ہے تو جھوٹ ہے۔

علم معانی میں ان چاروں کے علاوہ پانچواں جزء ہے خبر دینے والے کا اپنا علم واعتقاد جیسے اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہ مومن نے کہا تو صحیح اور سچ ہے، منافق نے کہا تو نفاق اور دھوکہ ہے، کافر کہتا ہے کہ رسول نہیں ہیں یہ جھوٹ ہے۔

قرآن اور علم کلام میں جملے کے پانچ جزء ہوتے ہیں اسی لیے منافقین کو کاذب کہا ہے، اگرچہ وہ انک لرسول اللّٰہ کا جملہ ادا کرتے تھے مگر اس پر یقین

نہیں رکھتے تھے۔

خلاصہ: اگر جملے کی نسبت تامہ، واقعہ کے مطابق ہے اور متکلم بھی اس کو دل سے تسلیم کرتا ہے تو صدق ہے اور اگر واقعہ کے مطابق نہ ہو تو کذب ہے اگر واقعہ کے مطابق نہیں تسلیم کرتا مگر کہتا وہی ہے تو فریب اور دھوکہ ہے۔ اسی طرح اگر نسبت تامہ کا متکلم کو یقین نہ ہو ظن ہو وہم ہو شک ہو تو خبر مشکوک ہے بات ظنی ہے یا وہمی ہے یا خیالی پلاؤ ہے۔

اور اگر خبر واقعہ کے مطابق نہ ہو مگر دانستہ طور سے مخاطب کو دھوکہ دیا ہے تو افتراء ہے فریب ہے لیکن اگر نادانی سے ہے تو کبھی غلط فہمی ہو گی کبھی غلط بیانی یا بدخوئی لیکن اپنی افتراء پردازی پر اصرار ہے تو جنون اور پاگل پن ہے۔

نتیجہ: منطق میں قضیہ کا دارومدار نسبت تامہ پر ہے مگر معانی اور شریعت میں خبر کا دارومدار متکلم پر ہے یعنی اس کی نیت اور زبان پر ہے اس لیے اصل متکلم ہے اور چونکہ اس کے ارادے اور اعتقاد کے تابع ہے اس لیے واقعہ اور اعتقاد میں جب فرق ہو گا تو خبر کا نام بدل جائے گا اس کا حکم اور اعتبار بدل جاوے گا اور اس کے اثرات دنیا سے آخرت تک ہوں گے جنت سے جہنم تک کا استحقاق بدل جاوے گا۔

تقسیم: نسبت تامہ سے اگر واقعہ معلوم ہو تو جملہ خبریہ ہے اور اگر متکلم کی منشاء معلوم ہوئی تو جملہ انشائیہ ہے اور اگر کوئی اصول یا ضابطہ معلوم ہو تو کلام ہے۔

جملہ انشائیہ

مرکب تام سے اگر متکلم کی منشاء معلوم ہو تو انشائیہ ہے، جیسے پڑھو۔ کھیلو مت۔

جملہ انشائیہ کی دو صورتیں ہیں طلبی جیسے لکھو اور غیر طلبی جیسے یا اللہ۔ انشائیہ کی چھ صورتیں ہیں۔

اول امر جیسے اقراء، دوم نہی جیسے لاتمش، سوم ترجی جیسے لعل اللہ یرزقک صلاحا۔ چہارم تمنی جیسے یالیتنی کنت ترابا۔ پنجم استفہام جیسے ھل من مزید، ششم ندا جیسے یا ابراھیم۔

انشائیہ غیر طلبی کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

اول تعجب جیسے انی لک ھذا۔ دوم قسم ہے جیسے والعصر۔ سوم مدح جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ چہارم ذم جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ پنجم عقود جیسے قبلت۔

جملہ انشائیہ میں بھی سلب اور ایجاب ہوتا ہے جیسے یایحییٰ خذ الکتاب۔ ایجابی حکم ہے اللّٰھم لا تذرنی فرداً۔ سلبی حکم ہے اور یا بنی لاتقصص رؤیاک بھی سلبی ہے۔

کلام

نسبت تامہ سے نہ واقعہ معلوم ہو نہ کسی قسم کی طلب مگر اک اصول معلوم ہوگیا تو کلام ہے جیسے الصدق ینجی والکذب یھلک۔ الصوم جنۃ۔ علم دوست ہے۔

کلام کی دو صورتیں ہیں۔ قیاسی۔ سماعی

قیاسی جیسے کل مسکر حرام۔ المساجد بنات الکعبۃ، ھو جوامع الکلم۔

سماعی: کی تین قسمیں ہیں اول بول چال، دوم الہامی، سوم جوابی (۱) بول چال جیسے روزمرہ کے فقرے، محاورے اور ضرب الامثال یہ تینوں بولے سمجھے جاتے ہیں مگر ہم نہ تو کمی کر سکتے ہیں نہ اضافہ، جیسے سر کے بل آیا اور عقل بڑی کہ بھینس۔

(۲) الہامی: جیسے قرآن، توریت، انجیل، زبور، مقدس اور دوسرے آسمانی

سمجھئے کہ اس میں مفردات، مرکبات۔ اصول۔ ضابطے سب الہامی طور سے ہمیں ملے ہیں انسانی دماغ کا اس میں کوئی دخل نہیں جیسے لا تمش علی الارض مرحا. انک لن تخرق الارض. ذالک الکتٰب لا ریب فیه هدی للمتقین.

(۳) **جوابی کلمات:** جیسے نفرت کے لیے لاحول ولا قوۃ۔ تعزیت کے لیے انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔ حیرت پر ماشاء اللّٰہ، شکریہ کے لیے جزاک اللّٰہ۔ اظہار تشکر کیلئے الحمد للّٰہ۔ یرحمک اللّٰہ۔ مذمت کے لیے نعوذ باللّٰہ۔ مبارک باد کے لیے زندہ باد۔ مبارک باد۔ واہ واہ۔

ان میں اکثر بہت سے الفاظ محذوف ہو جاتے ہیں چنانچہ لاحول سے پوری آیت مراد ہوتی ہے۔

خوشی، غم، لڑائی، فتح، صلح کے موقع پر حضور ﷺ سے بہت سے دعائیہ کلمات منقول ہیں مگر وہ کلمہ نہیں کلام ہیں۔

الاسناد

القرآن حجة۔ قرآن مسند الیہ ہے، حجۃ مسند ہے اور ان دونوں کو باہم مربوط کرنے والی نسبت تامہ ہے، اسی کا نام اسناد ہے۔

مسند الیہ، مسند اور اسناد تینوں مطلق ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی کو بھی مقید کر دو تو جملے کا مفہوم بھی بدل جاوے گا متکلم کی منشاء بھی جیسے جاوید آئے گا۔ مطلق ہے اور ڈاکٹر جاوید شام کو یقیناً آویں گے۔ مقید ہے کیونکہ ڈاکٹر نے مسند الیہ کو شام نے مسند کو اور یقیناً نے نسبت کو مطلق نہیں دینے دیا۔ مقید کر کے ہر ایک کی معنویت بدل ڈالی ہے۔

اس طرح جملے کے جس جزء کو بھی اس کے متعلقات کے ساتھ ذکر

کریں گے۔اس جزء کی معنویت عام یا خاص ہو جاوے گی اور اثر بھی بدل جاوے گا۔
اس لیے اپنے جملے کے ہر جزء کے حالات ان کے متعلقات کے اثرات وتاثرات کو کلام کرنے سے پہلے سمجھنا ضروری ہے۔

جملے میں اہل نحو مسندالیہ کو اہم سمجھتے ہیں مگر اہل معانی نسبت تامہ کو سب سے اہم سمجھتے ہیں اور اسی کی حیثیت کے فرق سے جملے کی معنویت بدلتی رہتی ہے تو نسبت تامہ کی تبدیلیاں نازک، معنی خیز اور دوررس ہوتی ہیں اس لیے سب سے پہلے اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

متعلقات اسناد

سوال۔ جملے میں مسند کیا ہے اسم یا فعل، اگر اسم ہے تو اس کے متعلقات اور حالات فعل کے متعلقات اور حالات سے بالکل مختلف ہوں گے۔

قسم اول مسند اسمی جس سے تم مخاطب ہو وہ کون ہے؟ کوئی دوسرا شخص ہے؟ یا تم خود ہو اور کلام نفسی ہے یا کوئی تیسرا غائب ہے؟

قسم اول:- اگر تم اس کو کوئی خبر یا واقعہ بتانا چاہتے ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) مخاطب کو اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہ ہو وہ سادہ مزاج ہو تو اس کو خبر دو گے کہ حامد امتحان میں پاس ہو گیا۔

(ب) مخاطب کو تمہاری خبر کے بارے میں تردد ہے۔تو تاکید لاکر خبر دیتے ہو کہ سعید کی شادی کل ضرور ہوگی۔حامد یقیناً پاس ہو گیا ہے۔

(ج) مخاطب کو اس واقعہ کے ماننے سے انکار ہے تو سادہ خبر کام نہیں دے گی۔ انتہائی تاکید سے کہنا پڑے گا کہ واللہ سعید پاس ہو گیا ہے اس کی سند جیسے والعصر، ان الانسان لفی خسر۔قسم ہے تاکید بھی ہے کئی کئی تاکیدیں ہیں۔

قسم دوم: اور اگر تم خبر نہیں بتانا چاہتے بلکہ یہ اثر ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ بات مجھے بھی معلوم ہے تو کہو گے   یہی تو ہیں جو میرا دل چرائے بیٹھے ہیں

اس میں پہلی دوسری اور تیسری شکل کی غرض، افادہ خبر ہے جس کے انداز مطالب کی وجہ سے بدلتے رہتے تھے اور چوتھی شکل کا نام لازم افادہ خبر ہے۔

قسم سوم: تم عدالت میں کھڑے ہو اور وہاں وکیل اور عدالت دونوں واقعہ سے واقف ہیں مگر ناواقف بنے ہوئے ہیں۔ یا انجان بن گئے یا واقف ہے مگر وہ غافل ہے یا تغافل کر رہے ہیں تو ایسے لوگوں کو واقعہ بتانا یا کسی نماز کی اطلاع دینا یا غفلت پر متوجہ کرنا پانچویں شکل ہے اور اسے افادہ خبر نہیں کہہ سکتے مگر لازم افادہ خبر کہہ سکتے ہیں۔ جیسے کسی غافل مولوی سے کہو کہ ظہر فرض ہے یا کسی نالائق سے کہو کہ وہ تمہارے ابا ہیں یا استاد ہیں تو ممکن ہے وہ جھینپ جائے، یہ آثار افادہ خبر ہیں۔

قسم دوم: تمہارا مخاطب کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ تم خود اپنے ضمیر یا ذات سے مخاطب ہو۔ یا تمہارا مخاطب خدا، کوئی دوست یا دشمن ہے اور سامنے نہیں ہے تو اس سے کوئی واقعہ کیوں بتاتے ہو؟

دراصل اس مخاطب کی کوئی دو چار قسمیں نہیں بلکہ بے پناہ قسمیں ہیں پوری شاعری ان ہی سے مخاطب ہوتی ہے اور شاعر ان سے اپنے جذبات، احساسات، معلومات، خیالات، تاثرات، خواہشات یا تمنائیں اور درد و غم کا طرح طرح سے اظہار کرتا رہتا ہے اور وہ جملہ خبریہ بھی ہوتے ہیں، انشائیہ بھی اور کلام بھی، اور عموماً مجاز کی زبانیں اختیار کی جاتی ہیں، جیسے کلام نفسی میں غالب کہتے ہیں

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو   بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

سنئے چند اشعار۔

ازالہ غلط فہمی: کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں
عشق توفیق ہے گناہ نہیں (فراق)

ماتم: مجھے آتی ہے بو کبابوں کی ☆ کسی عاشق کا دل جلا ہوگا

عشق کی تاثیر: ہمیں جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل
کسے دیکھ کر آپ شرمایئے گا

مذمت: زاہدوں پر مے اچھالی جائے گی
جان ان مردوں میں ڈالی جائے گی

اصول سیاست: آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

مایوسی: موت کا ایک دن مقرر ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

قسم دوم مسند فعلی

مسند اگر فعل ہے یا شبہ فعل تو اس کے متعلقات چھ ہیں۔

اول فاعل، دوم مفعول، سوم نائب فاعل، چہارم ظرف زمان، پنجم ظرف مکان، ششم سبب فعل۔

قسم اول فاعل: فاعل اور مفعول دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) غیر حقیقی جیسے جلاد نے پھانسی دے دی، حقیقی ہے۔ عدالت نے پھانسی دی، غیر حقیقی ہے۔ ظاہر ہے کہ عدالت پھانسی دینے کا سبب ہے اور جلاد خود پھانسی پر چڑھاتا ہے۔

مثلاً: کہتے ہیں مریض کو ڈاکٹر نے مار ڈالا یا دواؤں نے مار ڈالا۔ تیسرا کہتا ہے کہ وقت پورا ہو گیا تو خدا کے فرشتوں نے اٹھالیا۔

سوال یہ ہے کہ اس میں فاعل کون ہے؟

جواب حقیقی فاعل وہی ہے جسے متکلم حقیقی سمجھتا ہے، اس لیے مومن، کافر اور

دہریہ کے نزدیک ایک ہی فعل کے بہت سے فاعل ہو سکتے ہیں۔

آپ جس کو فاعل حقیقی سمجھتے ہیں فعل کی اسناد اس سے حقیقی ہوگی، دوسروں سے اسناد مجازی اور غیر حقیقی ہوگی۔ اس لیے اسناد کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) اسناد حقیقی (۲) اسناد مجازی۔

اگر فعل کی اسناد فاعل یا مفعول حقیقی سے ہے تو اسناد حقیقی ہے ورنہ اسناد مجازی ہے اور اسے مجاز عقلی کہیں گے۔

قسم دوم مفعول: جیسے حامد نے مرغا کھایا اسناد مجازی ہے، مگر مرغے کا گوشت کھایا اسناد حقیقی ہے۔

قسم سوم نائب فائل: جیسے ولیمہ میں بریانی کھلائی گئی حقیقی ہے اور ولیمہ کھلایا گیا مجازی ہے۔

قسم چہارم ظرف زمان: زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے۔ زمانہ کا سننا مجازی ہے، اہل زمانہ کا سننا حقیقی ہے۔

قسم پنجم ظرف مکان: "زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے" زمین ظرف ہے اسے مجازاً فاعل بنا دیا۔

قسم ششم سبب فعل: جیسے شاہجہاں نے تاج محل بنایا تھا۔ وہ سبب فعل تھا اسے فاعل بنا دیا جیسے یا ھامان ابن لی صرحاً.

معنی فعل کے متعلقات

فعل کے متعلقات چھ ہیں تو متعلقات معنی فعل بھی چھ ہیں

معنی فعل وہ اسم ہے جس میں فعل کے معنی پائے جاتے ہوں۔

(۱) فاعل: - جیسے ضارب اسم فاعل ہے مگر یضرب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) اسم مفعول: - جیسے مشہود یشھد کے معنی میں مستعمل ہے۔

(۳) مصدر: - جیسے اذا جاء نصر اللّٰہ ای اذا ینصر اللہ.

(۴) صفت مشتبہ:۔ جیسے صبور، یصبر کے معنی میں آتا ہے۔

(۵) اسم تفضیل:۔ جیسے هوافضل القوم ای من یتفضل فی القوم.

(٦) اسم ظرف:۔ جیسے مشهد الیوم ای وقت ما یشهد فی القوم.

فعل کی تعریف

سوال: فعل کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ حرکت جو کسی سے صادر ہو۔

فعل کی چار قسمیں ہیں۔

١۔ بالارادہ صادر ہو۔ جیسے حامد نے پھول توڑلیا۔

٢۔ بلاارادہ صادر ہو۔ جیسے چور کی کپکپی۔

٣۔ غیر محسوس طریقے سے صادر ہو۔ جیسے دیوانے کا گانا یا بدمست کی چال۔

۴۔ خواب میں کوئی حرکت صادر ہو۔ جیسے حضرت زید کی اذان، حضرت یوسف کا سجدہ، یہ اوراس جیسے فعل جسمانی افعال ہیں۔ اور روحانی بھی ہیں مگر سب حقیقی فعل سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً وہ بھی فعل سمجھا جاتا ہے جو کسی پر بے اختیار طاری ہوجاتا ہے۔ جیسے مات الحمار، مرض محمود، نام الطفل.

اور وہ بھی فعل ہے جو کسی سے صرف نسبت کی وجہ سے قائم ہوجائے جیسے ساجد قریب ہوگیا ریل دور چلی گئی تو قرب اور بعد صرف دو چیزوں کی نسبت ہے صادر نہیں ہے۔

سوال: ریل جاتی ہے تو انجن ڈبے مسافر ڈرائیور سبھی متحرک معلوم ہوتے ہیں یا ایک ہی متحرک ہے؟

جواب:۔ منطق میں انجن کی حرکت ذاتی ہے باقی حرکتیں عارضی ہیں مگر اہل معانی کے نزدیک تینوں حرکتیں حقیقی ہیں۔ مجازی نہیں ہیں۔ ہاں حرکت کی نوعیت میں فرق ہے۔

خود حرکت کی دو صورتیں ہیں ذاتی اور عرضی مگر متحرک وہ تینوں ہیں اور ساتھ ساتھ ہیں کسی سے صادر ہے کسی سے قائم ہے اس لیے تینوں کی حرکتیں اصلی ہیں۔

حقیقی فاعل

حقیقی فاعل کی دو صورتیں ھیں۔

(اول) جس سے کوئی فعل صادر ہو یا جس سے قائم ہو وہ فاعل ہے اور حقیقی ہے۔

(دوم) وہ بھی حقیقی فاعل ہے جس سے متکلم سمجھتا ہے کہ فعل سرزد ہوا ہے ڈاکٹر نے مارڈالا مریض کے تیمارداروں کے نزدیک حقیقی فاعل ہے ڈاکٹر کہتا ہے دواؤں نے مارڈالا تو وہ بھی فاعل ہے، مسلمان کہتا ہے کہ موت کا وقت آ گیا۔ جاہل کہتا ہے کہ حرکت قلب بند ہوگئی یہ سبب فاعل حقیقی ہیں۔

اسناد حقیقی کی تقسیم

اول:۔ مسند الیہ اور مسند دونوں حقیقی ہوں جیسے ''عشق نے غالب نکما کر دیا''

دوم:۔ دونوں مجازی ہوں جیسے ''شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی''

سوم:۔ مسند الیہ حقیقی مسند مجازی جیسے یذبح ابناءھم اس میں فرعون فاعل حقیقی ہے حالانکہ وہ یذبح کا سبب ہے فاعل حقیقی نہیں ہے۔

چہارم:۔ مسند الیہ مجازی مسند حقیقی جیسے وہ مست شباب آتا ہے۔

مست شباب مجازی ہے، مست شراب حقیقی ہے۔ مسند الیہ اور مسند کو موقع موقع سے حقیقی مجازی لانا ہر زبان میں رائج ہے اور قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہے۔

سوال:۔ خبر میں حقیقیت و مجاز کا رواج ہے یا انشاء میں بھی؟

جواب:۔ انشاء میں کم مستعمل ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یا ھامان ابن لی صرحاً مجاز ہے۔

سوال:۔ فعل سے ظاہری معنی مراد نہ لیے جائیں تو دوسرے معنی کی طرف ذہن کیسے منتقل ہوگا؟

جواب:۔ فعل کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ اصلی یا ظاہری معنی مراد نہیں ہیں یا مسند کو دوسرے معنی میں مراد لے کر کلام کو مہمل ہونے سے بچالیا جائے گا۔ یہ ہے قرینہ لفظیہ۔ فمار بحت تجارتھم۔

اس طرح اگر اس فعل کا صدور اس فاعل سے ممکن نہ ہوتو دوسری شکل یہی ہے کہ حقیقی معنی ترک کر کے عبارت مہمل ہونے سے بچالیا جائے کیونکہ متکلم حکیم ودانا ہے یہ ہے قرینہ عقلیہ جیسے یوما یجعل الولدان شیبامیں متکلم خدائے برتر ہے اور ظاہر ہے کہ یوم ظرف ہے اس سے یجعل کی نسبت مہمل ہے اس لیے فعل کے معنی بدل دیئے گئے یا دوسرا فاعل تلاش کرلیا گیا۔ مگر کبھی فاعل کا تلاش کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس کی مختلف وجہیں ہوسکتی ہیں۔

عادۃً عمل کرنا مشکل ہو:۔ جیسے انتھوا خیراً لکم. خیر سے روکنا قرآن کا کام نہیں پھر اس کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ عادت سے رک جانا خیر ہے۔

مخاطب کیلئے مشکل ہو:۔ جیسے دواؤں نے مریض کو مار ڈالا ایک مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

مشکل نہ ہو مگر ترک ہو:۔ جیسے تمہارے دروازے پر پیشاب نہیں کروں گا اس سے مراد ہے غصہ کا اظہار اور حقیقی معنی متروک ہے۔

ظاہر ہے کہ حقیقت جہاں مشکل یا محال یا مہجور یا متروک یا ناموزوں ہوگی وہاں عبارت میں کوئی کمی ہوگی۔ یا متکلم نے غلطی سے کہہ دیا ہے یا فاعل کوئی اور ہے اور ہوسکتا ہے کہ فعل کے معنی ہی اصلی نہ ہوں جیسے آنکھ کا آنا، اس سے مجاز مراد ہے۔

(۱) سوال:۔ فعل کی جس سے واقعی نسبت ہے اگر وہ مذکور نہ ہوتو حقیقی فاعل کیسے تلاش کیا جائے کیونکہ فاعل حقیقی کا وجود ضروری ہے۔

جواب:۔ ہر فعل کے لیے فاعل حقیقی ضروری نہیں۔ آنکھ کا پانی مرگیا ہے، مرنا، وہ

فعل ہے جو کسی سے صادر نہیں ہوتا، اسی طرح حسین ہونا، رعشہ ہونا، پاگل پن نہ صادر ہوتا ہے نہ اختیاری ہے۔ اس لیے فاعل حقیقی تلاش کرنا لازم نہیں ہے ایسے میں حقیقی معنی سے مجاز مراد لے کر کام چلا دیں گے اور یہی مجبوری قرینہ ہوگی۔ جیسے جگر کہتے ہیں۔

دل گیا ساری کائنات گئی   غم گیا لذت حیات گئی

یہاں جانے کا ایک ہی فعل ہے مگر جانے والے چار ہیں اور حقیقی کوئی نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ دل کا جانا محال ہے اور کائنات چلی گئی تو ہم کہاں رہ سکتے ہیں، غم کو آنا جانا نہیں اور لذت حیات کہیں جاتی نہیں صرف محسوس نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ فعل کی نسبت کبھی حقیقی ہوگی کبھی مجازی اور فاعل کبھی مجازی ہوگا تو ظرف ہوگا جیسے دریا بہہ رہا ہے کبھی سبب فعل کبھی نائب فاعل اور اگر فعل ہی مجازی ہے تو اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

(۱) روزمرہ ہوگا جیسے آنکھ مارنا۔

(۲) محاورہ ہوگا جیسے کسی کے استقبال کے لیے آنکھ بچھا دینا یقیناً مجازی ہے۔

(۳) ضرب المثل ہوگی جیسے آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے تھوکا مجازی ہے۔

(۴) شعروشاعری کی جادوبیانی سے یہ عموماً ہوتا رہتا ہے اور قرآن کہتا ہے واشتعل الرأس شیبا.

احوال مسندالیہ

اسناد کا دارومدار مسندالیہ اور مسند پر ہے۔ اس میں مسندالیہ زیادہ اہم ہے، پھر مسند اس لیے ان دونوں کے حالات الگ الگ قسم کے ہیں۔

مسندالیہ کے چار قسم کے حالات ہیں۔

(۱) حذف کر دینا (۲) ذکر کرنا (۳) توابع کے ساتھ لانا (۴) خلاف ظاہر لانا۔

قسم اول حذف مسندالیہ

مسندالیہ کے بغیر جملہ مکمل نہیں ہوسکتا مگر الفاظ میں ذکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ موقعہ محل انداز گفتگو یا سوال جواب سے متکلم اور سامع کے ذہن میں متعین ہو جائے تو ذکر کرنا ہی فضول ہے جیسے ملاقات کے بعد پوچھتے ہو مزاج شریف یعنی آپ کے مزاج شریف، جاتے ہو، خدا حافظ یعنی تم جاتے ہو۔

۲ خطرہ:- جیسے مارو مارو یعنی چور، سانپ یا دشمن کو۔

۳ احتیاط:- عورتیں کوستی یا گالی بکتی ہیں تو نام نہیں لیا کرتیں مگر مراد ہوتی ہے کوئی ذات۔

۴ خفیہ: مجلس پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے جیسے کہہ دینا پرسوں ملیں گے۔

۵ محاورہ:- ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا۔ یعنی ناچنے والے مجبوراً آنگن کو ٹیڑھا کہہ دیتے ہیں۔

۶ مجہول:- نام نہیں لینا چاہتے چور ڈاکو اور قاتل کسی کو معلوم نہیں ہوتے اور ہوں بھی تو نام لینا آسان نہیں ہے مجہول رکھنا اچھا ہے۔

۷ مبارک باد:- جیسے دولہا سے کہا مبارک ہو، شادی یا کامیابی۔

۸ عظمت ومحبت:- زباں پہ بارالہا یہ کس کا نام آیا۔

۹ آزمائش وامتحان:- جیسے قطب مینار کس نے بنایا۔

۱۰ حادثہ:- اچانک کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اس کا چرچا خوب ہوتا ہے۔ مگر نام بار بار نہیں لیتے۔

۱۱ حضورؐ کا ذکر:- بلغ العلیٰ بکمالہ- کشف الدجیٰ بجمالہ نام نہیں ہے مگر ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ کون مراد ہے۔

۱۲ اسی طرح کے بہت سے مواقع ہیں۔

قسم دوم ذکر مسند الیہ

جملے کا دارومدار مسند الیہ پر ہوگا اگر جملہ اسمیہ ہے تو مبتدا بن کر آوے گا اور فعلیہ ہے تو فاعل مفعول یا نائب فاعل بن کر آوے گا پھر مسند بھی کئی طرح کا ہوگا۔

مسند الیہ اگر فاعل یا مفعول ہے تو خود فعل اسے معین کردے گا۔ اس وجہ سے فاعل کا نکرہ یا معرفہ ہونا برابر ہے لیکن اگر مسند الیہ مبتدا ہے تو اسے نکرہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ خبر لانا مفید نہیں ہوگا۔ لیکن اگر مفید ہوجائے تو نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے۔

سوال:- اگر مبتدا کا معرفہ ہونا لازمی ہے تو اس کی سات قسمیں ہیں کون سی قسم کارآمد ہے؟

جواب:- ہر قسم نکرہ سے بہتر ہوگی اس لیے معتبر ہوگی۔

معرفہ سات چیزیں ہیں (۱) ضمیر (۲) علم (۳) اسم موصول (۴) اسم اشارہ۔ (۵) منادیٰ (۶) معرف باللام (۷) جو اس کسی معرفہ سے مضاف ہو۔

پہلا معرفہ ضمیر

اگر معین کرنا ہے کہ بولنے والا مخاطب ہے یا متکلم یا غائب تو یہ کام صرف ضمیر سے ہوگا نام یا لقب سے نہیں معلوم ہوگا۔ اس لیے زید کہتا ہے اور میں کہتا ہوں دونوں الگ الگ ہیں یہ ہے ضمیر کی ضرورت اور غرض۔

کسی اہم شخصیت کا نام لے کر مخاطب نہیں بنا سکتے اسلئے کہئے کہ آپ فرمائیے۔ جناب کہاں سے تشریف لائے۔ آپ اور جناب ضمیر خطاب ہیں احترام کے ساتھ۔

غائب:- اگر ذکر ہوچکا ہے تو ضمیر غائب سے اس کا حوالہ دینا کافی ہے جیسے جبرئیل آئے انہوں نے سلام کیا۔ لیکن بہت مشہور یا محبوب یا باحیثیت شخص ہو تب بھی ضمیر غائب لاتے ہیں اگر ذکر نہ ہوا ہو۔ تب بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ☆ مرادیں غریبوں کی برلانے والا

یا کہتے ہیں کہ آنحضرت گا ارشاد ہے۔ اسی کا دیا سب کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ضمیر غائب سے بھی یاد کرتے ہیں مخاطب سے بھی، اسی طرح محبوب کو بھی دونوں طرح یاد کرتے ہیں۔

"وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے"

کبھی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل آتی ہے جو مسند کو خاص کر دیتی ہیں۔ اللہ ھو الرزاق یہ ضمیر طے کر دیتی ہے کہ خبر ہے صفت نہیں ہے کیونکہ مرکب وصفی کے درمیان کوئی ضمیر نہیں آسکتی۔

دوسرا معرفہ علم

آدمی فرشتہ، جن یا جانور کا ذاتی نام علم ہے اور جس طرح سے اس کی ذات معین ہوتی ہے اسی طرح (۲) لقب (۳) کنیت (۴) تخلص (۵) منصب اور (۶) نسبت سے بھی ذات معین ہو جاتی ہے تو ذاتی نام چھ قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ علم :- محبت یا نفرت کا تعلق نام سے بہت ہوتا ہے اس لیے ماں کو بیٹے یا بیٹی کے نام سے لذت ملتی ہے عاشق کو محبوب کے نام سے لطف آتا ہے عام لوگوں کو ابلیس کے نام سے نفرت ہوتی ہے۔

تمام انسانوں کو علم سے امتیاز ملتا ہے اسی طرح شہروں اور کتابوں کو نام سے معین کرتے ہیں جیسے مکہ، مدینہ ہندوستان۔

کبھی تخلص یا لقب سے آدمی مشہور ہو جاتا ہے تو اس کی ذات معین کرنے کے لیے علم کو ملا کر کام چلاتے ہیں۔ جیسے ابو بکر صدیقؓ، اسد اللہ خاں غالب، شاگرد کیلئے استاد، یا بیٹے کیلئے باپ یا بچے کیلئے ماں کے نام میں عظمت بھی ہے محبت بھی۔

کبھی صرف نام سے تحقیر بھی ہوتی ہے جیسے تھانے میں داروغہ کا نام

لینا مدرسہ میں مہتمم کا نام لینا، یا کسی افسر نے پوچھا مجھے جانتے ہو تم اور تم نے اس کا نام لے لیا تو اس کی اکڑ ختم ہو جائے گی۔

نام سے رحم کی درخواست بھی کی جاتی ہے۔

نہ ملا پر ترے ناقہ کا پتہ اے لیلیٰ ☆ چھان ڈالے ترے مجنوں نے بیاباں کتنے

عدالت مقدمہ نکاح اور لین دین میں نام ہی کام آتا ہے بلکہ ولدیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

برکت:- صرف برکت اور رابطہ کے لیے خدا کا نام لیا کرتے ہیں سبحان اللہ، انشاء اللہ، یا اللہ

سوم لقب

کسی شخص کے امتیاز میں وصف کی وجہ سے یا کارنامے پر کسی قوم یا خاندان یا درسگاہ یا دربار سے کوئی منتخب اور لفظ معین کر دیا جاتا ہے وہ لقب ہے جیسے خلیل اللہ، کلیم اللہ، مسیح، خضر یا شیطان و ابلیس خدا کی طرف مقرر ہیں۔

دربار سے:- مسیح الملک، شمس العلماء، حالی، سر سید، پدم وبھوشن،

درس گاہ سے:- ڈاکٹر، حکیم، انجینئر، پروفیسر، شیخ۔

عوام کی طرف سے:- ۳۰ مار خاں، شیر کشمیر، چھوٹے میاں، بدھو میاں۔

ذاتی نام سے کسی وصف یا کمال کا پتہ نہیں چلتا، مگر لقب سے اشارہ ملتا ہے۔ جیسے محمود آباد اور ڈاکٹر محمود آئے میں فرق ہے۔ گاندھی جی نے فرمایا۔

جس حلقے میں کوئی لقب سے مشہور ہے وہاں لقب کا حوالہ بہت موثر ہے جیسے حکیم اجمل کا نسخہ ہے، مجدد الف ثانی کا قول ہے قانون شیخ میں لکھا ہے۔

نفرت یا تردید:- جیسے شیخ چلی کا منصوبہ ہے، طرم خاں کی بات ہے۔

مرعوب کرنا:- جیسے وزیر اعلیٰ کا حکم ہے، عدالت عالیہ کا فیصلہ ہے۔

چہارم تخلص

شاعر اور ادیب اپنا قلمی نام رکھ لیتے ہیں اسے تخلص کہتے ہیں پھر اسی نام سے شعر یا مضمون میں تذکرہ کرتے ہیں۔ یہی قلمی نام اس فن میں ان کی شناخت بن جاتا ہے۔ جیسے آج غالب غزل سرانہ ہوا، تو غزل میں غالب اور میر، نظم میں جوش اور حفیظ نعت میں حسان اور حمید، مثنوی میں مولانا روم اور میر حسن، سند بھی ہیں اور ان کی یہ شناخت بھی ہے۔

کسی فن میں اس صاحب فن کا جو مقام ہوگا وہ اس کے تخلص سے معین ہوگا جیسے اقبال کی حکیمانہ شاعری جگر کا تغزل جوش کی انقلابی شاعری تو اسی تخلص سے ان کی حیثیت، ان کا لب ولہجہ اور فنی مہارت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

لقب کی معنویت سے کوئی وصف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تخلص کی معنویت اور اس فن میں کوئی مناسبت ضروری نہیں بلکہ کوئی ربط بھی نہیں ہوتا پھر بھی تخلص نام کی جگہ لیتا ہے اور اس کے فن کا تعارف کراتا ہے اور اسی تخلص سے شہرت عزت یا بدنامی ملتی ہے۔ نیز اس فن کو بھی اس تخلص سے اعتبار ملتا ہے جیسے جگر یا حسرت کی معنویت کچھ نہیں ہے مگر غزل کے لیے دونوں سند ہیں، اسی طرح فراق اور جوش کی معنویت کیا ہے مگر غزل اور نظم کے لیے فنی طور سے ان کا تخلص سند ہے وہ زبان کی آبرو ہیں۔

پنجم کنیت

بیٹا بیٹی، علم یا فن یا کسی وصف سے خاندانی نسبت ظاہر کرنے سے کنیت بنتی ہے، جیسے ابوجہل، ابوہریرہ، ابوالوفاء ابن عربی، ام الخبائث بابائے قوم، بانوے شہر۔

جہاں نام لینا گستاخی ہو وہاں کنیت کام آتی ہے جیسے حضورؐ کا نام پکارنا بے ادبی تھی تو لوگ ابوالقاسم کہا کرتے تھے کبھی نام سے وہ نفرت یا محبت نہیں پیدا ہوتی جو دل چاہتا ہے تو

کنیت سے کام لیا جاتا ہے جیسے حضورؐ نے عمر بن ہشام جیسے منحوس لیڈر کو ابوجہل کہہ دیا۔

نیک نامی کے لیے بھی لوگ کنیت رکھتے ہیں جیسے ابوالمکارم اور ابوالحسنات۔

کبھی آدمی نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہو جاتا ہے جیسے گاندھی جی نے کہا تھا ابوبکر و عمر کی طرح حکومت کرو انہیں معلوم نہیں تھا کہ ابوبکر کا نام کیا تھا۔

ششم منصب

کسی ادارہ درسگاہ دفتر یا کارخانے میں کام کے درجات کے لحاظ سے کچھ عہدہ مقرر کر دیا جاتا ہے وہی منصب ہے جیسے صدر، منیجر، مہتمم، داروغہ، ایس پی، وزیر اعظم۔

اپنے اپنے حلقے میں یہ منصب بہت موثر ہوتا ہے وہاں سے ہٹ گئے تو داروغہ بھی کچھ نہیں رہتا، نہ اس کی وردی میں اثر نہ اس کی بات میں۔

نام سے کارخانہ یا ادارہ متاثر نہیں ہوتا مگر منصب کا اثر بہت پڑتا ہے اسی لیے افسران کے لیے مہر بنائی جاتی ہے حضورؐ نے بھی مہر استعمال کی ہے تا کہ حکومتیں اور قومیں مرعوب ہو سکیں۔

سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا فیصلہ ماتحت عدالتوں کے لیے سند ہے۔ وزیر اعظم کا فرمان حکومت کے ہر شعبے کیلئے موثر ہے اور یہ صرف منصب اور عہدے کی وجہ سے ہے نام یا تخلص یا لقب سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہفتم نسبت

کسی شہر یا علم یا خاندان یا درسگاہ سے منسوب کر کے آدمی عربی دہلوی، فلسفی، صدیقی اور قاسمی یا علیگ اور ندوی بن جاتا ہے تو نام سے زیادہ عزت بڑھ جاتی ہے۔

یہ نسبت خود بھی مقرر کی جاتی ہے جیسے قاسمی، ندوی، علیگ یا جامعی۔ اور

دوسرے لوگ بھی رکھ دیتے ہیں جیسے مکی، مدنی، فرنگی محلی، محدث دہلوی۔

نسبت سے اعتبار بڑھ بھی جاتا ہے اور کبھی گھٹ بھی جاتا ہے جیسے دیوبندی یا بریلوی۔

نسبت سے اس علم وفن کے مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے جیسے محدث دہلوی کی حکیمانہ تلقین، ابن حجر عسقلانی کے تبصرے، علمائے فرنگی محلی کے فتاوے۔

قسم سوم اسم موصول

کسی اجنبی یا شہر یا شخص یا کتاب کا حوالہ دینے کے لیے اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ بہت کام آتا ہے مثلاً راودته اللتی هو فی بیتها کیسا اچھا تعارف ہے ع ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے'' نام معلوم نہیں تھا۔ اک کام یاد تھا اسی کے حوالہ سے محبوب کا ذکر کر دیا اور ماتم بھی کر لیا۔

حوصلہ:- جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روٹی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

پہلا مصرعہ صلہ اور موصول دونوں ہے اس میں کھیت کے پھونک ڈالنے کی وجہ بھی آ گئی اور عذر بھی ہو گیا۔ یہ کام اسم موصول ہی کر سکتا ہے۔

یادِ ایام:- وہ جو ہم میں تم میں بھی پیار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

دھاندھلی:- جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

نشاندہی:- جو بولے وہ کنڈی کھولے۔

سرگذشت:- نکلا جو چوٹ کھا کے کمیں گاہ کی طرف سے
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اسم موصول کے لئے اردو کے الفاظ میں جو، جس، جہاں اور ہر ہر زبان میں الگ الگ الفاظ مقرر ہیں۔

قسم چہارم اسم اشارہ

وہ، اس، ان، یہ کسی ذہنی خیال کسی جسمانی چیز، یا کسی کا قریب یا بعید یا متوسط ہونا بتاتے ہیں وہ کام دوسرا کوئی نہیں کرتا۔

عظمت:- وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں۔

تعجب:- یہ عمارت تو عبادت گاہ ہے اس جگہ ایک میکدہ تھا کیا ہوا

واقعات کا تسلسل:- وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔

حیرانی:- وہ آئیں گھر یہ ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

قسم پنجم معرف باللام

ال: خاص عربی کی ترکیب ہے ذہنی اور خارجی معانی کا اس سے احاطہ کرتے ہیں۔ دوسری زبانوں میں یہ سہولت حاصل نہیں۔

(ا) اس کو نکرہ پر داخل کر دو تو معرفہ ہو جاوے گا جیسے الرجل۔

کبھی اس نکرہ کی ماہیت مراد ہوگی، کبھی افراد جیسے خلق الانسان عجولا۔ ماہیت مراد ہے اور المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف میں افراد مراد ہیں۔

کبھی افراد کا استغراق مراد ہوگا جیسے ان الانسان لفی خسر۔ افراد خارجی مراد ہیں اور ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ میں افراد ذہنی مراد ہیں۔

استغراق:- استغراق کی دو صورتیں اور حسب مواقع دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔

استغراق حقیقی:- جیسے عالم الغیب والشہادۃ اور استغراق عرفی جیسے امیر البلاد اے بلاد المملکۃ۔

قسم ششم اضافت

کسی معرفہ کے ساتھ اگر کسی مناسب نکرہ کو مضاف کر دیں تو وہ بھی معرفہ ہو جاوے گا جیسے قلم الاستاد۔ لیکن اگر کسی نکرہ کو نکرہ سے مضاف کریں تو صرف تخصیص ہوگی۔ یعنی عموم کم ہو جاوے گا جیسے دار رجل۔

مسند الیہ میں اضافت ہوگی تو بات مختصر ہو جاوے گی جیسے امیر البلد جاء۔

مضاف الیہ کی وجہ سے مضاف کی شان بڑھ جاتی ہے۔ جیسے امام کعبہ کا فرمان ہے۔ یا آبرو بڑھ جاتی ہے جیسے رسول اللہ، ابن مریم، سید الشہداء۔

کبھی تحقیر بھی ہوتی ہے جیسے چور کا گھر ہے۔ شیطان کی اولاد ہے۔

کبھی تعارف مقصود ہوتا ہے۔ بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں پدرم سلطان بود۔

قسم ہفتم منادیٰ

ندا یعنی پکار، مقصد ہے مخاطب کو متوجہ کرنا۔ جیسے یا سماء اقلعی۔ مخاطب مردہ ہو یا زندہ، خواہ آدمی ہو یا جانور، باغ ہو یا پھول، فرد ہو یا جماعت اور کبھی پکارتا نہیں ہے۔ البتہ دل کی تسکین کے لیے آواز دیتا ہے۔

کبھی اظہار جذبات مقصد ہوتا ہے کبھی دل کی بھڑاس نکالنا ہے مثلاً یا قوم بلانے کے لیے ہے واویلا اظہار غم اور ماتم کے لیے باپ رے فریاد کے لیے، ہائے رے مصیبت میں اظہار پریشانی کے لیے۔

حرف ندا منادیٰ کو معرفہ بنا دیتا ہے اور چونکہ حرف ندا فعل کی جگہ آتا ہے اس لئے منادیٰ مفعول بہ مانا جاتا ہے، یعنی ادعوا زیداً زید کو بلا رہا ہوں۔

کسی سے کوئی تعارف نہیں نہ وصف معلوم نہ نام تو حرف ندا سے متوجہ کر لیتے ہیں، جیسے اے جناب اے آدمی اے عورت، بھائی صاحب، یہ ہے حرف ندا کی اصل

ضرورت، لیکن کبھی پکار کر اپنی ضرورت اپنی غرض واضح کر دیتے ہیں جیسے اے ڈرائیور اے ڈاکٹر صاحب، اے سپاہی، جج صاحب۔

کبھی ندا ترحم کے لیے بھی ہوتی ہے، جیسے یا ارحم الراحمین۔ یاذوالجلال والاکرام، یامن یجیب المظطر اذادعاہ اے اماں، اے خالہ، بھیا جی۔

آٹھویں قسم مبتدا کا نکرہ لانا

مسند الیہ اگر فاعل یا مفعول ہے تو اس کے معرفہ نکرہ ہونے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ فعل اسے معین کر دیتا ہے۔ جیسے جاء من اقصیٰ المدینة رجل۔

نکرہ کی ضرورت:۔ مسند الیہ اگر مبتدا ہے اور نکرہ ہے تو جس کو کوئی نہیں جانتا اس کا حال بتانا فضول ہے جیسے رجل ذھب، لیکن کبھی نکرہ ہونا ہی مفید ہوتا ہے جیسے سفر ہجرت میں حضور کی عرب بھر کو تلاش تھی اس لیے کسی نے راستے میں حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو وہ حضور والا تھے مگر انہوں نے کہا رجل یھدینی یہاں معرفہ لانا غضب تھا نکرہ لانا لازم تھا۔ اسی کا نام بلاغت ہے۔

نکارت کا فائدہ:۔ میدان بدر میں حضرت ابن مسعود سے ابوجہل جیسے سردار عرب نے اپنے بارے میں کہا تھا۔ رجل قتلتموہ کہ اترانا نہیں کوئی آدمی تھا تم نے اسے مار ڈالا۔

ابہام کی ضرورت:۔ مٹ گئے ذہن سے ہر قسم کی یادوں کے نقوش
لیکن اک نقش جو تا عمر فراموش نہیں

اک نقش نکرہ ہے مگر ایسے ابہام پر سو معرفہ قربان۔

معرفہ کو نکرہ بنا کر:۔ کبھی علم ہوتا ہے تو اس کی شہرت کو ذات سے الگ کر کے نام کو نکرہ بنا کر ایک نئی معنویت پیدا کر دیتے ہیں، جیسے لکل فرعون موسیٰ۔ تم جیسے

قارون دفن کر دیے گئے، لیکن فرعون سے ذات نہیں صرف شہرت اور لقب مراد ہے خواہ کہیں صادق ہو۔

عموم:- نکرہ کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اس لفظ کے عموم سے اس کی ہر نوع مراد لے سکتے ہیں غالب۔

ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں ☆ ایک چکر میں سو زنجیریں آ گئیں

اہمیت:- عرب کا محاورہ ہے۔ شر اھر ذاناب رات میں کتے کا زور سے بھونکنا کسی بڑے شر کی علامت ہے اس لیے گاؤں کے لوگ چوکنے ہو جاتے ہیں۔

تنہا تنہا:- جاءَ رجل أی وحده. عندی درهم أی قلیل۔

تکثیر:- رجال لاتلهیهم تجارة ولا بیع. أی کثیرون۔

معمولی:- ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا
کچھ نہ کچھ سے کس قدر تسکین ہوتی ہے

تجدید و تنوع:- کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو یاد
گلشن میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

کچھ بھی نکرہ ہے قمریوں اور بلبل بھی مگر ان کی نکارت اور تکرار سے جو تنوع اور پھیلاؤ ہوا ہے وہ معرفہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔

''رات کیا آتی ہے اک سر پر عذاب آتا ہے''

سوال:- وہ مواقع کیا ہیں جہاں مسند الیہ کا مقدم رکھنا لازم ہے؟

قسم اوّل تقدیم مسند الیہ

(۱) جملہ اسمیہ میں سب سے اہم مبتدا ہے اس لیے اس کو مقدم رکھ کر خبر لاتے ہیں جیسے بادل چھا گئے۔

(۲) شوق پیدا کرنا:- کسی اہم آدمی کا نام ہو تو ان کی خبر سننے کا شوق سب کو

ہوگا۔ جیسے وزیراعظم یا حضرت شیخ کہہ کر چپ ہو جاؤ تو لوگ بڑے شوق سے پوچھیں گے کیا ہوا۔ یہی ہے تقدیم و تاخیر کا موقع۔

(۳) مرعوب کرنا:۔ صاحب آ رہے ہیں، صدر کا دفتر ہے، تھانہ سامنے ہے۔

(۴) تنبیہ:۔ دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کے

(۵) تخصیص کیلئے:۔ ھم المفلحون، میری بات صحیح نکلی۔

(۶) گلوخلاصی کیلئے:۔ محمود تو وہاں تھا ہی نہیں۔ بازار تو آج کھلا ہی نہیں۔

(۷) الزام دینا:۔ انتم ظالمون، ان کیدکن عظیم۔ کلو نالائق ہے۔

(۸) ضابطۂ عدالت:۔ البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر.

الانسان مرکب من الخطاء والنسیان.

(۹) سرزنش:۔ تم نے دروازہ کیوں نہیں بند کیا تھا۔ تم میلے میں گئے کیوں تھے۔

البادی اظلم۔

(۱۰) سلب عموم:۔ تمام مہمان نہیں آئے۔ ساری کتابیں نہیں جا سکیں۔ یعنی کچھ گئیں کچھ نہیں۔

(۱۱) عموم سلب:۔ ع اب یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں آوے گا۔

(۱۲) اصول:۔ خبر اگر مبتدا کے لیے مخصوص ہے تو مبتدا کا مقدم کرنا ضروری ہے۔
جیسے میں تو خاندان میں شادی نہیں کروں گا۔ یعنی کوئی دوسرا کر سکتا ہے۔

(۱۳) اشتیاق پیدا کرنا:۔ جو اول آئے گا انعام پائے گا۔

(۱۴) خوش خبری:۔ ہم پاس ہو گئے، چور پکڑا گیا۔

(۱۵) استقبال کیجئے:۔ والد صاحب حج سے آ رہے ہیں۔

(۱۶) اہمیت بتانا:۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

(۱۷) حمد:۔ جیسے الحمد للہ رب العلمین، اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں۔

(۱۸) نعت:- محمد رسول اللہ، ع محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

(۱۹) اطاعت گزاری پر ابھارنا:- ہائی کورٹ کا آرڈر ہے۔

(۲۰) میدان جنگ میں رجز:- انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبد المطلب

(۲۱) خدائی اعلان:- انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔

(۲۲) ابہام:- کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۲۳) خبر کو ثابت کرنا:- چاند دیکھ لیا گیا۔

(۲۴) مقابلہ:- تم ڈال ڈال ہم پات پات۔

(۲۵) تعارف:- دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

(۲۶) اولوالعزمی:- وھو معکم اینما کنتم (قرآن) انا معکم کلکم (حدیث)

(۲۷) مذاق:- بندر کیا جانے آدی کا سواد۔ بڑے تیس مار خاں بنتے ہیں۔

(۲۸) کیسے انکار کروگے:- دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟

(۲۹) اصول تقدیم:- مسند اگر فعل ہے اور حرف نفی کے ساتھ ہے تو مسند الیہ کیلئے مخصوص ہے۔ اس لئے اس کی تقدیم ضروری ہے جیسے میری شادی تو ابھی ہوئی نہیں۔

(۳۰) کسی کا تردد دور کرنے کیلئے فعل کی تخصیص کرتے ہیں اور مبتداء کو مقدم لاتے ہیں جیسے گھڑی تو میں نے ہی لا کر دی تھی کسی دوسرے نے نہیں اور کوئی شریک بھی نہیں تھا۔

(۳۱) مسند اگر فعل منفی ہے تو مسند الیہ کو مقدم کر کے حکم کو مقدم کردو، جیسے انت لاتکذب یعنی تم جھوٹ نہیں بولتے۔ اگر مقدم نہ کیجئے اور کہئے کہ لاتکذب انت تو اس میں تخصیص فعل نہیں ہوتی تاکید مسند الیہ ہوگی۔

(۳۲) مسند الیہ اگر نکرہ ہو اور مسند فعل ہو تو اس نکرہ کی جنس مراد ہوگی جیسے دولہا تو واپس آ گیا یعنی دولہن کی خبر نہیں۔

قسم دوم تاخیر مسند الیہ

مسند الیہ کو خبر سے موخر لانا خلاف اصل ہے اس لیے بلا ضرورت نہیں ہوگا اور موقعہ کا تقاضا ہو تو ضرور تاخیر ہوگی مثلاً

(۱) خبر کا انتظار تھا:- تو بچہ خبر دے گا کہ آ گئے ماموں، چھوٹ گئی گاڑی۔

(۲) خبر مسند الیہ سے بھی اہم ہے:- ہو گئیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

(۳) کوئی آفت آ گئی ہو:- پھنس گئے جال میں، گئی بھینس پانی میں۔

(۵) یاد ایام:- "گئے ہو جب سے یہاں صبح و شام ہی نہ ہوئی"

(۶) حسرت:- الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

(۷) تنبیہ:- جاتے کیوں نہیں پڑھنے، یہاں کیا جھک مار رہے ہو تم۔

(۸) رخصت:- جاتے ہو خدا حافظ بس اتنی گزارش ہے
جب یاد ہم آ جائیں ملنے کی دعاء کرنا

قسم سوم ذکر مسند الیہ خلاف ظاہر

کسی سے بے وقوفی ہو گئی تو کہتے ہو گدھا ہے، مگر بڑا آدمی وہی کام کرتا ہے تو کیا کہو گے؟ اسے سوچنا سمجھنا پڑے گا تو اب تم خلاف ظاہر بات کرو گے۔ مگر خلاف ظاہر بات کرنا اور اس میں حسن یا دلچسپی یا معنویت پیدا کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کیلئے موقع کو سمجھنا، متکلم کی منشا جاننا۔ مخاطب یا غائب کا اندازہ کرنا بہت ضروری ہے مگر اس کے بہت درجات ہیں اسی لیے قرآن مجید نے خلاف ظاہر بہت کہا ہے اور خوب سے خوب تر۔

اوّل ضمیر کی جگہ اسم ظاہر

خاکساری:- کسی بڑے سے کہتے ہو خاکسار حاضر ہے۔ حالانکہ کہنا تھا میں حاضر ہوں۔

رعب :۔فریقین کومرعوب کرنے کے لیے حاکم کہتا ہے۔عدالت کا یہ فیصلہ ہے محکمہ والے کہتے ہیں سرکاری حکم ہے حالانکہ حاکم کو کہنا تھا میں فیصلہ کرتا ہوں۔

خودکلامی :۔ رکھیئے غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

تحقیر:۔داروغہ نے ڈانٹا کہ جانتے ہومیں کون ہوں،تم نے کہد یارام لال ہو،تو اس طرح صرف نام لینے سے وہ ڈوب مرے گا۔

تسکین خاطر:۔

تاکید:۔جاکرڈاکٹرکودکھادو۔ڈاکٹرکودکھانا کمپاؤنڈرکونہیں۔

اہمیت:۔ عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

دوسرا دل فاضل ہے مگرضمیر سے وہ اہمیت نہ رہتی جوذ کر سے ہوگئی۔

جذباتی انداز:۔کسی سے محبت یانفرت ہوتو بار بارذکرکرتے ہیں اورضمیر سے نہیں نام سے تسکین ہوتی ہے۔

دوم اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لانا

اضمارقبل الذکر:۔پہلے علم آتا ہے تب اس کی طرف ضمیر لوٹتی ہے اس لیے پہلے ضمیر پھراسم کالانا خلاف اصل ہے،مگرمیر نے فرمایا ہے

اتنی گزری جوترے ہجر میں سواس کے سبب
صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا

اتفاقاً:۔ ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اسی طرح کہتے ہیں کہ آنخضرتؐ کاارشاد ہے۔

محبت:۔ ’’ان کے قدموں میں پڑے رہتے ہیں ہم‘‘

عظمت:- وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

ع "وہ کہیں اور سنا کرے کوئی"

اخفاء:- وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

فیض نے اس بات پر پردہ ڈال کر اسے معمہ بنادیا۔

اسم ظاہر کی جگہ ضمیر متکلم اور مخاطب تو لاتے ہیں ضمیر غائب کی طرح ضمیر مستتر بھی لاتے ہیں۔

ضمیر متکلم:- ہمیں معلوم ہے ہم سے سنو محشر میں کیا ہوگا
سب اس کو دیکھتے ہوں گے وہ ہم کو دیکھتا ہوگا

ضمیر مخاطب:- ترا جمال ہے تیرا خیال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ ہوں کیا میں

ضمیر غائب:- ان کے آنے کا لگا رہتا ہے خیال
بیٹھے بٹھلائے اٹھا کرتے ہیں ہم

ضمیر مستتر:- ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

آجا یعنی تو آجا یہاں مستتر ہے

سوم اسم اشارہ

کبھی اسم اشارہ وہ کام کر جاتا ہے کہ نام یا لقب دھرے رہ جاتے ہیں پڑھئے ذلک الکتب لاریب فیہ. القرآن المجید سے وہ شان نہ پیدا ہوتی جو

ذلک نے پیدا کر دی۔ یہی تو ہیں جو مرادل چرائے بیٹھے ہیں۔

چہارم حسن التفات

نظم وغزل میں شاعر کہیں متکلم ہے کہیں مخاطب کہیں غائب۔ اور سننے والا محسوس ہی نہیں کرتا کہ زمین آسماں بدل گئے۔ اسی طرح تکلم تخاطب بھی بدل جاتے ہیں مثلاً

خود کلامی: غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

غائب اور حاضر: - اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشین دل۔

پنجم افراد اور جمع لانا

اہتمام شان: - انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ کہنے والا تنہا ہے مگر جمع کا صیغہ مفرد کی جگہ لایا ہے۔ صرف مقابلے میں اظہار شوکت کیلئے۔

حاکم فیصلہ سناتا ہے کہ ہمارا حکم ہے حالانکہ وہ اکیلا ہے۔

جمع کو مفرد کا درجہ دے دیا کانهم بنیان مرصوص۔ لوگ اک مضبوط دیوار بن گئے۔ بنیان مفرد ہے۔

حضرت ابراہیم اور فرعون جیسے سرداروں کو جمع کا درجہ دیا گیا ہے۔

ششم استطراد

ضرورت تو ایک لفظ کی ہے مگر لاتے ہیں دو لفظ کیونکہ بول چال میں دونوں ساتھ رہتے ہیں جیسے دبلا پتلا، سرخ وسفید، کم وبیش، تھوڑا بہت، پھٹا پرانا۔

آپس میں تھا سلوک تو سہتے تھے نرم گرم، کاہے کو میر کوئی سنے جب بگڑ گئی۔ یہاں گرم کو سہنا پڑا تو ٹھیک ہے مگر نرم کو سہنا نہیں پڑتا مگر پانی وانی کی طرح آجاتا ہے۔

ہفتم تکرار

ایک لفظ کو بار بار فریاد کی وجہ سے لاتے ہیں یا محبت کی وجہ سے۔
''اے محتسب نہ پھینک، میرے محتسب نہ پھینک''

ہشتم اسلوب حکیم

پوچھا گیا۔ حضورؐ قیامت کب آوے گی۔ آپ نے جواب کے لیے سوال کر دیا۔ کہ تم نے قیامت کے لیے کیا کیا تیاری کر لی ہے۔ تو بھول گیا وہ فضول سوال۔ یہ ہے اسلوب حکیم اس کی اصل بحث بدیع میں آ رہی ہے۔

نہم قلب

جو لوگ سستی سے غزوہ تبوک میں نہیں جا سکے وہ پیچھے رہ گئے مگر قرآن کہتا ہے کہ المتخلفون من الاعراب پیچھے ہی کر دیئے گئے تھے۔ اس میں واقعہ بھی ہے کوتاہی کا اظہار بھی ہے اسی طرح فقہا قضا نماز کیلئے یہ نہیں کہتے کہ اس نے چھوڑی بلکہ کہتے ہیں نماز اس کو چھوڑ کر چلی گئی۔ یہ بھی خلاف ظاہر ہے مگر خوب ہے۔

دہم تغلیب

ماں باپ کو ابوین، شمس وقمر کو قمرین، کہنا غلط ہے مگر بول چالؔ جسے قبول کر لے وہی زبان ہے۔

قرآن میں رب العٰلمین میں جمع مذکر کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ ذوی العقول سے زیادہ غیر ذوی العقول ہیں اسی کا نام تغلیب ہے۔

یازدہم تبدیلی زمانہ

کوئی داستان پڑھے تو کسی زمانے کی بات ہو مگر اسے حال بنا کر اس طرح پڑھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ اپنے سامنے گزرنے والا واقعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ کمال داستان گوئی یہی ہے۔

قرآن کہتا ہے یوم ینفع فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض تو صور قیامت کے قریب پھونکا جائے گا۔ مگر صعق اور فزع سے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ کام ماضی میں ہو چکے۔ یہ خدا کی شان ہے کہ مستقبل بھی ماضی کی طرح پختہ اور یقین ہے کہ دونوں اس کے سامنے ہیں۔

دعاء کرتے ہیں تو جزاک اللہ، شفاک اللہ کہتے ہیں حالانکہ وہ ماضی ہے اور یہ مستقبل میں ہوگا مگر ضرور ہوگا اس لیے ماضی کی طرح یقینی ہے۔

خبریہ اور انشائیہ میں اسی طرح تبادلہ ہوتا رہتا ہے اس سے تعاون اور تسلی ہوتی ہے۔

۱۲/ ویں تجرید

برف میں ٹھنڈک بھی ہے سفیدی بھی مگر برفی میں صرف سفیدی مراد لی ہے یہ تجرید ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جنت میں لا فیھا شمسا ولا زمھریرا تو شمس سے صرف گرمی مراد ہے روشنی نہیں۔

فصل سوم متعلقات مسند الیہ

جملے میں مسند الیہ اور مسند کے سوا جو کچھ ہے وہ قید ہے خواہ مسند الیہ کیلئے ہو یا مسند کیلئے۔ اس کا اثر خبر کے ثبوت یا سبب پر پڑتا ہے۔ اور اس سے متکلم کی منشا

ظاہر ہوتی ہے تو وہ ایک اضافہ ہے جو خبر کو پابند کر دیتا ہے اس لیے ان کو متعلقات کہتے ہیں، اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) توابع (۲) نواسخ (۳) حرف شرط (۴) حرف نفی (۵) افعال مقاربہ۔

پہلی قسم توابع

متعلقات میں سب سے موثر کثیر الاستعمال اور مفید توابع ہیں خواہ دونوں میں سے کسی کے ہوں۔ توابع بھی پانچ قسم کے ہیں۔ اول صفت دوم تاکید، سوم بدل، چہارم عطف بحرف، پنجم عطف بیان کیونکہ جب صرف نام سے کام نہیں چلتا تو اس کی خوبی یا خرابی واضح کر دیتے ہیں یا اسناد کو زوردار بنا دیتے ہیں یا اس کی توسیع کر دیتے ہیں کبھی معنویت بڑھا دیتے ہیں۔

علم نحو میں لفظ کے اعراب کی بحث ہوتی ہے مگر علم معانی میں اس کے اغراض اور طریقۂ استعمال بتاتے ہیں۔

اوّل صفت

زوردار:- حمید کا نسخہ ہے اور ڈاکٹر حمید کا نسخہ ہے تو صفت نے نسخہ میں جان ڈال دی۔

سبب بتانا:- کلو مارا گیا۔ کلو ڈاکو مارا گیا۔ مارنے کی وجہ معلوم ہوگئی اس لیے ٹھیک کام کیا لوگوں نے۔

مدح وذم:- بسم اللہ الرحمٰن میں مدح ہے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ میں مذمت ہے نہ وضاحت ہے نہ تعارف۔

شکر وشکایت:- عمدہ چادر کا شکریہ کھوٹے سکے کی شکایت۔

امتیاز:- امیر المومنین عمر فاروق کی صفت نے موصوف کو دنیا میں ممتاز کر دیا۔

تقابل:- دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی۔ دونی اور چوگنی ترقی کی صفت ہے اسی سے

عدد میں مبالغہ پیدا ہو گیا۔

طنز:- کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیمان ہونا

ترحم:- اے یار دوست تیری نوازش کا شکریہ اک بے نوا کے واسطے تکلیف کی گئی

اک بے نوا کہہ کر اپنے کو قابل رحم ثابت کیا ہے جیسے بیچارہ گدھا ڈھو رہا ہے پتھر۔

اتفاق:- صفت کی ضرورت نہیں رہتی پھر بھی جملہ خوبصورت اور دل پسند ہو جاتا ہے

مزاج شریف، قدم مبارک آ گئے۔

صفت نام کا جز بن جاتی ہے:- جیسے ملا جامی، حافظ ابن حجر، عمر فاروق، مولانا آزاد۔

تاکید:- تلک عشرة کاملة۔ جب دس پورے کر دیے تو ناقصہ کاملہ صرف تاکید ہے۔

حال نہیں صفت:- کوئی کیفیت اگر فاعل یا مفعول کی ہو تو حال ہے ورنہ کسی اور کی ہے تو صفت ہے جیسے حامد دوڑتا آیا، فاعل کا حال ہے دوڑ بھاگ والا محمود میرا دوست ہے۔ یہاں فاعل نہیں بلکہ مبتدا کی صفت ہے۔

وسیع اثر:- خوبی یا خرابی کبھی جز ذات ہو جاتی ہے تو اس کی روایات اور تصنیفات کے رد و قبول پر اثر پڑتا رہتا ہے جیسے محدث یا ملحد کی شخصیت اور بات۔

مرکب وصفی:- کبھی دو صفتوں کو ملا کر ایک وصف بنا لیتے ہیں تو اک تیسری معنویت پیدا ہو جاتی ہے جیسے کھٹ مٹھا نرم گرم کچا پکا، چھوٹا موٹا، یا جیسے خوش خرم، ناک نقشہ، رنگ ڈھنگ۔ کبھی صفت مشتبہ یا صیغۂ صفت کو خبر بنا کر کسی ذات کے لیے ثابت کرتے ہیں تو اسی سے صفت بھی ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ انداز بدل جاتا ہے جیسے وہ سعادت مند ہے۔

دوم تاکید

نسبت پر شک ہو تو اسے پختہ کرنا تاکید ہے اس کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی۔

تاکید لفظی:- لفظ کو دوہرا دینے کا نام ہے جیسے آیئے آیئے، اس طرح فعل اور حرف

تینوں کی تاکید ہوسکتی ہے، اسی طرح مسند الیہ اور مسند دونوں کو دہرا سکتے ہیں۔

اے محتسب نہ پھینک میرے محتسب نہ پھینک
ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے

جگر نے تاکید لفظی سے کیسا کام لیا ہے

اس سے شک دور ہوتا ہے، حقیقت متعین ہوجاتی ہے مخاطب کی غفلت دور ہوجاتی ہے، نسبت پختہ ہوجاتی ہے، بات کا اعتبار بڑھ جاتا ہے۔

تاکید معنوی:۔ معنوی طور سے کوئی لفظ بڑھا کر زور دینا تاکید معنوی ہے۔ جیسے سب مہمان آ گئے سب تاکید ہے، وہ خود آ گئے خود تاکید ہے۔

مسند الیہ اکر مفہوم کلی ہے تو تاکید سے واضح ہوجاتا ہے کہ تمام افرد مراد ہیں یا تھوڑے بہت مثلاً فسجدالملائکۃ کلھم اجمعون میں کل سے افراد کی تاکید ہے اور اجمعون سے اکٹھا رہنے کی تاکید ہے۔

تاکید معنوی کے لیے بہت سے الفاظ آئے ہیں جیسے کل تمام جمیع، ہر ایک، سب، تنہا، خود، دونوں، ہر زبان میں الگ الگ الفاظ ہیں۔

لفظ کل سے ہر قسم کے افراد کی تاکید ہوتی ہے، حسی، عقلی، وہمی، ادعائی۔

(۱) حسی:۔ جیسے سارے مہمان کھا چکے ہیں۔

(۲) عقلی:۔ جیسے اے رحمت تام مری ہر خطا معاف۔

(۳) وہمی:۔ جیسے اس پلاٹ کے تمام حصے فروخت ہوں گے۔ دو میں بھی لوں گا۔

(۴) ادعائی:۔ ہر پروانہ شمع پر عاشق ہے۔ اور چکور چاند پر۔

(۵) فرضی:۔ جو بولے وہ کنڈی کھولے۔ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔

(۶) تاریخی کردار:۔ جیسے ہر فرعونے راموسیٰ۔

مسند الیہ اگر کوئی ذات ہے تو اس کی تاکید کئی طرح ہوتی ہے جیسے میں اکیلا آیا، تم خود جاؤ، ہم دونون رہیں گے، مولانا بہ نفس نفیس آ گئے، حامد تنہا رہ گیا۔

سوم عطف بحرف

دو چیزیں معنوی طور سے الگ ہوں مگر حکم میں ایک ہوں تو دونوں میں حرف عطف لا کر جملہ بناتے ہیں جیسے گل وبلبل اور آب وہوا۔ مرکب عطفی ہے جو خبر ہوگی وہ دونوں کی ہوگی۔

اگر دو لفظ ہوں اور معنوی طور سے ایک ہوں تو عطف بحرف نہیں کر سکتے اس لئے کہ اسداللہ اور غالب کہنا غلط ہے پھول اور گل مہمل ہے کیونکہ عطف میں تغائر ضروری ہے۔

کئی لفظوں کی طرح جملوں کو باہم عطف کر سکتے ہیں جیسے وہ گیا اور میں آیا۔ دو جملوں کو مختصر کرنے کے لیے کہتے ہیں سعید نے خریدا اور حامد نے خریدا، دونوں کو ملا کر کہو سعید اور حامد نے خریدا۔

حرف عطف عربی میں دس ہیں اور ہر ایک کے معنی اور موقع استعمال الگ الگ ہیں۔

واو:- کئی چیزوں کو جمع کرنے کیلئے ہے کبھی دو مفرد ہوں گے جیسے میں اور تم۔

(۲) کبھی ایک جملہ ہوگا دوسرا مفرد جیسے اذا جآء نصر اللہ و الفتح۔

(۳) کبھی پہلا مفرد دوسرا جملہ ہوگا جیسے میں اور بھول جاؤں تمہیں۔

(۴) دونوں جملے ہوں گے جیسے اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ۔

(۲) وصل اور فصل معانی کا مشہور انداز کلام ہے اسی کی ساری بحث واو سے پیدا ہوتی ہے جو بہت نازک اور لطیف ہے آگے آرہی ہے۔

(۳) فا، ثم، حتی:- یہ سب الگ الگ باتوں کے لیے آتے ہیں مگر ان میں آپس میں وقفہ ہوگا جیسے حامد گیا تب مسعود پھر ساجد حتی کہ محمود بھی چلا گیا۔

(۴) او:- شک اور تردد ہو یا کسی دو میں سے ایک کو اختیار کرنا ہو تو لاتے ہیں جیسے

هذا رجل او امرأة، معلوم نہیں بھیڑ ہے یا بکری، کل یا پرسوں آ جانا۔
حصر کیلئے جیسے اب تو جینا ہے یا مرنا ہے۔ حیرانی کیلئے رات ہوگئی جاؤں یا نہ جاؤں، تنبیہ کیلئے عقل بڑی کہ بھینس۔

ہماری زبان میں او کی جگہ لفظ یا بھی ہے اور کہ بھی جیسے سرخ ہے کہ سفید۔
(۶) بل:- مسندالیہ سے حکم کو کسی اور کی طرف پھیرنا ہو جیسے محمود کو بلاؤ بلکہ حسیب کو۔ ترقی کیلئے کلا بل ران علیٰ قلوبہم۔ یہ چور نہیں بلکہ ڈاکو ہے۔ کبھی تنزلی کے لیے آتا ہے جیسے حاکم نہیں بلکہ چپراسی لگتا ہے۔

اردو میں بل کی جگہ بلکہ استعمال ہوتا ہے اور اکثر اس کے ساتھ نہیں کا لفظ آتا ہے، آم نہیں بلکہ انگور لانا۔
(۷) لا:- غلط سے صحیح کی طرف جانا جیسے آج نہیں کل ولیمہ ہے۔
(۸) لیکن:- پہلی بات میں کسر رہ گئی تھی تو لیکن لا کر اسے پوری کر لیتے ہیں۔ جیسے ہمارا آپ کا معاہدہ صحیح ہے لیکن بھائی صاحب سے پوچھنے کے بعد۔

چہارم عطف بیان

اصول دو لفظ ہوں دو معنی مگر مصداق ایک ہو تو پہلے کو نمایاں کرنے کے لیے دوسرا لفظ لاتے ہیں جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق دونوں میں حرف عطف نہیں ہوگا۔
کبھی نام مشہور ہوتا ہے کسی کا لقب کسی کا تخلص کسی کی کنیت تو پہلے غیر مشہور کو پھر مشہور کو لا کر اس کا تعارف کرا دیتے ہیں اور شہرت دے دیتے ہیں علی سکندر، جگر، ابوالکلام آزاد، عمر فاروق اعظم، حیدر کرار علی مرتضیٰ۔

پنجم بدل

نام معلوم ہے مگر لقب تخلص یا نسبت جس سے مشہور ہے وہ نہیں معلوم ہے تو

کوئی رشتہ ذکر کرتے ہیں جیسے بھائی محمود، کلثوم بہن، چچا سعدی، بابائے اردو عبدالحق۔
حمید ماموں گئے یہ بدل الکل ہے سائیکل پنچر ہے، یعنی ٹیوب یہ بدل البعض ہے میرا سامان چوری ہو گیا بدل الاشتمال ہے سائیکل نہیں موٹر سائیکل چوری ہو گئی بدل الغلط ہے۔
تو بدل کبھی ذات کبھی جز ذات اور کبھی سامان بتاوے گا ورنہ غلطی کی اصلاح کرے گا۔
تنبیہ:۔توابع مسند الیہ ومسند کے بعد باقی متعلقات نواسخ، حرف شرط، حرف نفی اور افعال مقاربہ تو ان کا اصل تعلق مسند سے ہے اس لیے مسند کی بحث میں دیکھئے گا۔

متعلقات مسند

فعل تین چیزوں سے مل کر بنتا ہے۔ایک معنی مصدری جیسے قول، دوم نسبت الی الفاعل جیسے قال زید، جب فاعل سے فعل کا صدور ہوگا تو زمانہ ضرور ہوگا، اس لیے تیسرا جزو زمانہ ہے۔
فعل اگر پورا استعمال ہوگا تو اس میں کوئی زمانہ ضرور ہوگا جیسے قام زید، نضرب السارق۔اگر صرف معنی مصدری ہوگا تو زمانہ نہیں ہوگا، جیسے نصر اللہ۔ اس کی نسبت میں استمرار ہوگا۔اگر معنی مصدری کو کسی فعل کے ساتھ استعمال کریں گے جیسے قمتُ قیاما تو وہ مفعول مطلق ہوگا اور فعل کی تاکید یا اس کی نوعیت یا اس کی تعداد بتائے گا، زمانہ نہیں بتائے گا۔
فعل کا صدور کبھی مسند الیہ سے ہوتا ہے جیسے زید قائم۔اس کا نام فعل سببی ہے اور کبھی غیر مسند الیہ سے ہوتا ہے جیسے زید قام ابنہ، اس کا نام فعل غیر سببی ہے۔ مسند سببی کا ثبوت یا سلب کسی نہ کسی زمانے میں ہوگا، مگر مسند غیر سببی کا مسند الیہ سے تعلق بالواسطہ ہوگا، اس لیے غیر زمانی ہوگا، جیسے جنات تجری تحتھا الانہار۔ جریانِ نہر کا زمانہ نہیں ہے۔

مفاعیل کی وجہ سے فعل مطلق نہیں رہ جاتا ہے، اس لیے وہ متعلقات فعل میں سے ہے۔ فعل جب فاعل سے پورا نہیں ہوا تو مفعول ضروری ہے، جیسے ضرب زید ممکن نہیں، اگر مفعول نہ ہو۔ اور مفعول ایک بھی ہوتا ہے جیسے ضربت زیداً، دو بھی ہوتے ہیں جیسے اعطیت زیداً کتاباً۔ یہاں دونوں کا ساتھ آنا ضروری نہیں، مگر افعال قلوب میں دونوں کو ساتھ رہنا ہوگا، جیسے حسبت زیداً عالماً۔ اور کبھی تین مفعول ہوں گے تب فعل کا وجود ہوگا جیسے میں نے بچے کو کتاب سمجھا دی اور میں نے استاد کو بتا دیا کہ میں پاس ہوں۔

صدور فعل کے وقت جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ہیات تھی وہ حال ہے، جیسے وہ چلے جھٹک کے دامن۔ جانا فعل ہے اور جھٹک کے جانا فاعل کا حال ہے۔ اگر فاعل یا مفعول کی ہیات نہ ہو تو وہ صفت یا خبر ہوگی، جیسے میرا مور ناچ رہا ہے، خبر ہے۔ اور میں نے ناچتا ہوا مور دیکھا ہے، یہ حال ہے۔

دوم مسند اسمی

مسند اگر اسم ہوگا تو اس کی تین صورتیں ہیں، اسم مصدر، اسم جامد، اسم مشتق۔ جیسے زید عدل مصدر ہے۔ بچہ پھول ہے، جامد ہے۔ نہر جاری ہے، مشتق ہے۔

اسم جامد: اسے تین طرح استعمال کرتے ہیں۔ (۱) پورے معنی مراد ہوں جیسے آم خریدا۔ (۲) آم کھایا یعنی گودا، جز ولفظ مراد ہے۔ (۳) نوکر اُلو ہے یعنی بیوقوف ہے، لازم معنی مراد ہے۔

اگر پورے معنی مراد ہیں تو کبھی حقیقی معنی ہوں گے جیسے ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے۔ اور کبھی مجازی معنی جیسے زید اُلو ہے یعنی بیوقوف ہے۔

اسم جامد کو اسم کی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے سنگ مرمر پتھر ہے۔ کبھی وصف بنا کر جیسے زمین پتھریلی ہے، چور کو جوتیا دیا۔

اسم مشتق: اسم فاعل، اسم مفعول جیسے اسماء فعل سے نکالے جاتے ہیں اور مسند بن کر استعمال ہوتے ہیں جیسے احمد ذہین ہے۔ اس کو صفت بناتے ہیں تو زمانہ نہیں ہوتا، اس لیے استمرار ہوتا ہے اور اگر فعل ہوتا ہے تو تجدد بھی ہوتا ہے اور زمانہ بھی جیسے زید پاگل ہے۔

اسم مصدر: معنی مصدری کسی پر حمل نہیں ہوتا اس لیے اس کو صرف تین طرح استعمال کرتے ہیں۔ (۱) مبالغہ کے لیے جیسے زید عدل۔ (۲) اسم فاعل کے معنی میں جیسے هدی للمتقین أی هادیاً۔ (۳) مضاف محذوف مان کر جیسے اللّٰه ذو الفضل العظیم۔

قسم رابع نواسخ

جملہ اسمیہ پر بعض افعال یا حروف اس طرح آجاتے ہیں کہ مسند کے ثبوت یا سلب کی نوعیت بدل جاتی ہے اس لیے وہ متعلقات مسند الیہ بھی ہیں اور مسند بھی یعنی متعلقات اسناد ہیں جیسے سعید فاضل ہے۔ یہ صرف سادی خبر ہے لیکن حروف مشبہ بہ فعل داخل کرنے سے ثبوت پختہ ہوجاوے گا۔ جیسے ان سعیدا فاضلٌ۔ لعل سے شک پیدا ہوگا، لیت سے نفی اور حسرت پیدا ہوگی اس طرح کے حروف چونکہ اسناد کی نوعیت بدل دیتے ہیں اس لیے نواسخ کہلاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حروف مشبہ بہ فعل (۲) افعال مقاربہ، (۳) افعال ناقصہ، (۴) افعال قلوب، (۵) افعال تعجب، (۶) افعال مدح وذم، (۷) حروف شرط، (۸) حروف نفی۔

حروف مشبہ بہ فعل

جملہ اسمیہ پر جو حرف آئے گا وہ اپنی معنویت کو جملے کی نسبت میں شامل کردے گا تو نسبت اس کی معنویت کے ساتھ ثابت یا سلب ہوگی۔

اِنَّ، یہ مسند کا ثبوت پختہ کردے گا۔ جیسے ان الانسان لفی خسرٍ. اِنَّ اور اَنَّ کا فرق نحو میں لفظ سے مذکور ہے کہ اِنَّ جملہ کو جملہ باقی رکھتا ہے اور اَنَّ پورے جملے کو مفرد بنا کر جز جملہ بنا دیتا ہے۔ جیسے عندی انک قائم اَنَّ یہاں جملے کے ساتھ مبتدا موخر ہے۔

کانَّ سے نسبت میں مشابہت پیدا ہوتی ہے جیسے کانَّهٗ کوکب. لعلَّ سے شک وشبہ، لیت سے حسرت وتمنا، لکن سے استدراک جیسے

مٹ گئے ذہن سے ہر قسم کی یادوں کے نقوش
لیکن اک نقش جو تا عمر فراموش نہیں (جگر)

افعال مقاربہ

عسیٰ، کاد، قرب، اوشک وغیرہ یہ حروف یہ بتاتے ہیں کہ مسند ابھی ثابت نہیں ہوا چونکہ ثبوت کے بہت سے مرحلے ہیں، اس لیے ہر درجے میں امید بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اول:- اگر امید ہے تو خبر عسی کے ساتھ آوے گی۔ جیسے عسیٰ ربکم ان یرحمکم یعنی رحم کرنے کی امید ہے، اس کے لیے عربی زبان میں یہ لفظ ہے، اردو زبان میں امید اور شاید کے الفاظ ہیں۔

دوم:- کبھی فعل کے واقع ہوجانے کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ جیسے فذبحوھا وماکادو یفعلون. کہ ذبح کیا تو مگر اس کے آثار بہت نہیں تھے۔

سوم:- فعل کے ثبوت یا سلب کے آثار نظر آنے لگے جیسے نقشہ بن گیا اور مسجد بنانے والے کاریگر آ گئے۔ تو کہتے ہیں کہ مسجد بننے جارہی ہے۔ اوشک ان یعمر المسجد اوشک الجدار ان یسقط. دیوار گرنے ہی والی ہے یعنی اب تک گری نہیں مگر گر ہی جائے گی۔ لیکن اگر کام کی شروعات ہوگئی تو کہیں گے قرب مثلاً شادی کے بعد عورت حاملہ ہوگئی تو کہتے ہیں بچے کی امید ہے اور اگر چھ سات مہینے

ہو گئے تو کہتے کہ پاؤں بھاری ہیں، بچہ ہونے ہی والا ہے، لیکن جب درد زہ شروع ہو گیا تو کہتے ہیں پیدائش ہو رہی ہے۔ قرب ان یتولد مگر جب بچہ پیدا ہو گیا تو کہتے ہیں ولد الطفل۔

وہ آرہے ہیں، وہ آتے ہیں، آئے جاتے ہیں۔

مسند کا ثبوت جب ہونے لگتا ہے تو فعل ممتد کے بہت سے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں بلاغت ان میں سے ہر ایک مرحلہ کے لیے الگ الگ الفاظ تلاش کر لیتی ہے اور بلیغ آدمی ان کو برمحل استعمال کرتا ہے، شہیدی کا شعر ہے

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں کہیں منزل جاناں کے قریب

افعال قلوب

حامد پاس ہو گیا، یہ واقعہ نہیں ہے واقعہ کی نقل اور حکایت ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس خبر کو سن کر تمہارے دل و دماغ پر کیا اثر پڑا؟

ظاہر ہے کہ خبر دینے والا معتبر ہے تو کسی کو یقین ہو گا کسی کو ظن غالب، اور ہو سکتا ہے کہ کسی کو شک ہو تو یہ قلبی تاثرات ظاہر ہو کر افعال قلوب بن جاتے ہیں جیسے علمت حامداً فاضلاً. اظن انه ذکیّ.

علم، ظن، خیال، حسبان کی طرح کے تمام تاثرات کا نام افعال قلوب ہے۔

چونکہ ہر ایک کا تعلق خبر کے ثبوت سے ہے اور ہر ایک، ثبوت کے تاثرات کو بدل ڈالتا ہے اس لیے ان کو نواسخ مسند کہتے ہیں۔

کسی خبر کا صحیح یا غلط ہونا ایک الگ چیز ہے اور اس خبر سے دوسروں کا متاثر ہونا دوسری چیز ہے اس سے خبر کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی تعلق نہیں۔ نہ افعال قلوب کو اس سے بحث ہوتی ہے، یہاں خبر اور نسبت ایک ہوتی ہے مگر معلوم کرنے والے کو

یقین ہوتا ہے یا سننے والے کو ظن یا شک ہوتا ہے تو یہی تاثرات افعال قلوب ہیں جو مختلف لوگوں کے لحاظ یا حالات سے بدلتے رہتے ہیں۔

افعال تعجب

کسی چیز کے ثبوت پر اظہار حیرت کرنا فعل تعجب کا کام ہے۔ عربی میں اس کے لیے دو صیغے رائج ہین۔ احسن بزید اور مااحسن زیداً۔ اور اردو میں ہے، کیا کہنے ہیں۔

ان صیغوں سے حسن ثابت نہیں کیا جاتا بلکہ ثابت شدہ حسن کی زیادتی پر تعجب کا اظہار ہوتا ہے جیسے کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے۔ اس کو نواسخ مسند میں شمار کرتے ہیں کیونکہ ثبوت کی نوعیت بدل جاتی ہے۔

افعال مدح وذم

کسی بات کا ثبوت یا سلب تم کو پسند آتا ہے یا ناپسند تو اس کی کبھی تعریف کرتے ہو کبھی مذمت اسی کا نام فعل مدح اور ذم ہے۔ جیسے کیا خوب کیا کہنے ہیں کیا بات ہے اور مذمت کے لیے کتنا برا ہے کتنی گندی بات ہے۔ افعال مدح۔

ان فعلون سے اسناد کی نوعیت پر اثر پڑتا ہے اس لیے ان کا تعلق دونوں سے ہے۔ ظاہر ہے کہ مسند الیہ اور مسند کے ساتھ کوئی ایسا حرف آئے جس سے خود اسناد متاثر ہو تو اس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے ورنہ اس کے لحاظ کئے بغیر ثبوت یا سلب بے معنی ہو جاوے گا۔ اس لیے ایسی ہر چیز قید مسند ہو گی یا قید مسند الیہ یا قید اسناد۔

حروف شرط

یہ بہت سے حروف ہیں اور اپنی اپنی معنویت کے لحاظ سے جملوں پر اثر انداز

ہوتے ہیں اس لیے شرط وجزاء کی دونوں اسنادیں ان سے متاثر ہوتی ہیں اور یہ ان کے سلب وثبوت کی نوعیت بھی بدل دیتے ہیں۔

شرط کے لیے حروف بھی ہیں جو اصل ہیں اور اسم بھی ہیں جو شرط کے معنی دیا کرتے ہیں، اثر دونوں کا ہوتا ہے۔

حروف میں اِن اور لَو دونوں بہت مستعمل ہیں، ان کے الگ الگ معانی ہیں اور استعمال کے موقعہ ومحل بھی الگ ہیں اور اردو میں دونوں کے لیے اگر کا لفظ مستعمل ہے۔

ان۔اس کا استعمال بہت سے مواقع پر ہوتا ہے مثلاً

(۱) اصول فطرت بتانا: ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجودة

(۲) چیلنج: فاتوبسورة من مثله ان كنتم صادقين.

(۳) قانون سازی: اگر باپ مرجائے تو اس کی اولاد میں جائداد اس طرح تقسیم ہوگی۔

(۴) قوت فیصلہ کا اظہار: اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (حدیث)

(۵) حسرت وافسوس: گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے پر
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

(۶) فرض کرنا: اگر فلاں قتل ہو گئے تو فلاں کمان سنبھالیں (حدیث)

(۷) جاہل سمجھ کر بات کرنا: اگر یہ تمہارا بھائی ہے تو تمہارا برتاؤ کیسا ہے۔

(۸) تغلیب: وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا۔ تمام یہود مخاطب ہیں مگر سب منکر نہیں تھے۔

(۹) اسباب پر بھروسہ کرنا: اگر یہ زمین خرید لی گئی تو اس پر مارکیٹ بن سکتی ہے۔

(۱۰) نالائقی پر متوجہ کرنا: اگر سلیقہ اسی کا نام تو پھوہڑ پن کسے کہتے ہیں۔

(۱۱) ڈینگ مارنا: اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

(۱۲) ماضی: اگر تم بھی آتے تو کیا بات ہوتی۔

(۱۳) حال: اگر توجہ سے علاج کیا جائے تو اس کی حالت سدھر سکتی ہے۔

(۱۴) مستقبل: اگر جیتے رہے تو پھر نہ ہرگز دل لگائیں گے۔

(۱۵) توقع: اگر آم لگ گئے تو گھاٹا پورا ہو سکتا ہے۔

(۱۶) پچھتاوا: اگر تقسیم رک گئی ہوتی تو ہم اپنے گھر میں اجنبی نہ بن جاتے۔

(۱۷) ترتیب پروگرام: اگر ریل مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ بس پھر ٹیکسی۔

(۱۸) آزمائش: فتمنو الموت ان کنتم مومنین.

(۱۹) تذبذب: سوچ رہا ہوں اگر بروقت سواری مل گئی تو آ جاؤں گا۔

(۲۰) حصر: اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

(۲۱) ہمت دلانا: اگر تم پاس ہو گئے تو انعام ضرور ملے گا۔

(۲۲) معذرت: اگر معاف فرمائیں تو شکر گزار ہوں گا۔

(۲۳) محذوف ہو: اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ضرور آج آتی شب فرقت میں تو اچھا ہوتا۔ یعنی اگر آج آ جاتی۔

حرف لو

اصول: ان ہمیشہ مستقبل کے لیے آتا ہے اسی طرح اذا بھی لیکن لفظ لو سے ماضی کا واقعہ یا حادثہ مراد ہوتا ہے اسی لیے ان کے ساتھ مستقبل اور لو کے ساتھ فعل ماضی آوے گا۔

حرف شرط کی معنویت چونکہ زمانہ کی مدد سے پوری ہوتی ہے اور شرط کا مقصد

ہمیشہ جواب شرط ہوتا ہے اس لیے ان اور لو دونوں کے ساتھ فعل لازم ہے تا کہ زماد
کے کے لحاظ سے مقدم موخر ہو سکے اور کوئی کسی پر موقوف ہو سکے۔ قرآن کہتا ہے ان
شاء یسکن الریاح اور لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔
ماضی: لو شاء لھداکم اجمعین
مستقبل: اگر مستقبل یقینی ہو تو اسے ماضی کی جگہ رکھ کر لو استعمال کر لیتے ہیں تا کہ یقینی
معلوم جیسے لو تری اذ النار گویا سامنے ہو رہا ہے۔

حرف اذا

اذا مستقبل کے لیے آتا ہے۔

فاذا تکون کریھۃ ادعی لھا واذا یحاص الحیص یدعی جندب

اذا اور ان کا فرق: ان ایسے فعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جس کے ثبوت یا سلب میں
تردد، تذبذب، یا یقین نہ ہو اور اذا ایسے فعل کے ساتھ آوے گا جو یقینی ہو جیسے جب دیا
رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا۔

اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت (الحدیث)

جب شرط یقینی ہے تو جزا لازمی ہے ع خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے
کبھی ان کے معنی میں اذا بھی استعمال ہوتا ہے اور اذا کی جگہ ان بھی جیسے
شک کے موقعہ پر اذا لاتے ہیں۔

جاتے ہو خدا حافظ پر اتنی گزارش ہے جب یاد ہم آ جائیں ملنے کی دعا کرنا

یعنی اگر یاد آ جائیں۔

اور اگر یقین ہو تب بھی ان کا استعمال کر لیتے ہیں تو اذا کے معنی میں ہوتا ہے۔

اگر دنیا نہ باشد دردمندیم ☆ وگر باشد بمہرش پائے بندیم

یہ سب یقینی اثرات ہیں لیکن اصل وہی ہے کہ ان شک میں اذا یقین میں آوے گا۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ جو کام کبھی کبھی ہوتا ہے وہاں ان مستعمل ہو اور جو کام کثرت سے ہوتا ہے وہاں اذا لایا جائے جیسے ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ اور اذا کے ساتھ عموم ہوگا جیسے

یاد جب آتا ہے رہنا ساتھ کا زہر ہو جاتا ہے لقمہ ہاتھ کا

اردو زبان میں لفظ جب صرف وقت کے لیے بھی آتا ہے۔

ع گئے ہو جب سے یہاں صبح و شام ہی نہ ہوئی

اصول: حروف شرط دونوں جملوں کو باہم مربوط کر دیتے ہیں مگر دونوں کا زمانہ بالکل ایک نہیں ہوگا کوئی فاصلہ ضرور ہوگا خواہ ماضی، حال، مستقبل کا ہو یا دونوں میں تقدیم و تاخیر ذاتی ہو یا علت کا فرق ہو، جیسے سورج طلوع ہوگا تو دن ضرور موجود ہوگا۔ اس میں وقت ایک ہی ہے مگر علت کا فرق ہے اور یہ فاصلہ بھی کافی ہے۔

اصول: حرف شرط کے ساتھ فعل لانا لازم ہے مگر جزا کا خبریہ یا انشائیہ ہونا لازم نہیں ہے۔ ہر طرح کے جملے کو جزا بنا سکتے ہیں جیسے جب چھٹی ہوگی تب چلوں گا یا تم چلے جانا۔ دونوں برابر کے جملے ہیں۔

چونکہ شرط بطور تمہید ہوتی ہے تو اک طرح کی قید بن جاتی ہے اس لیے شرط کے بغیر جزاء کا حکم نہیں چلتا۔

جو: یہ اسم موصول ہے مگر اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے جو سویا وہ کھویا جو جاگا وہ پایا۔ غالب کہتے ہیں۔

جو بات بات میں کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

محاورہ ہے، جو بولے وہ کنڈی کھولے

جب: اصل وقت کے لیے ہے مگر شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے

جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

جواب کیلئے: ہمیں جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل کسے دیکھ کر آپ شرمایئے گا

اسماء شرطیہ: یہ ان کے معنی میں آتے ہیں مگر فعل کے پائے جانے کا زمانہ یا جگہ یا کیفیت معین کر دیتے ہیں وہ ہیں متی ،ایان۔

کبھی ان حرفوں کے ساتھ لفظ ما بڑھا دیتے ہیں اس لیے اس سے ان اسموں کی معنویت بڑھ جاتی ہے اور وہ اسناد میں شامل ہو جاتی ہے۔

حرف نفی

حرف نفی کبھی صرف فعل کی نفی کرتے ہیں جیسے لم یلد. ولم یولد اور کبھی جملے پر داخل ہوتے ہیں تو اس کی نسبت پر اثر ڈال کر کبھی ذات کی نفی کرتے ہیں، کبھی صفت کی یا حالت کی اس لیے نسبت کا ثبوت بھی سلب ہو جاتا ہے۔

فعل یا نسبت کی نفی کے انداز بھی الگ الگ ہیں۔

لا: عام طور سے نفی جنس کے لیے آتا ہے جیسے لاحول ولاقوۃ الا باالله.

ما: نسبت کی نفی کرتا ہے۔ جیسے ما کان الله لیعذبھم.

لیس: مطلق نفی بھی کرتا ہے مگر عام طور پر حال کی نفی کرتا ہے لیس الذکر کالانثیٰ

ان: نسبت کی نفی کرتا ہے،ان من شی الایسبح بحمدہ

لن: مستقبل کی نفی کرتا ہے اور اس کی تاکید بھی کر دیتا ہے۔ جیسے لن ابرح الارض حتیٰ یاذن لی ابی اس میں نفی ہے تاکید ہے مگر حتی کی وجہ سے تابیہ نہیں ہے۔

لن یفلح کے معنی ہیں: ہر گز کامیابی نہیں پائے گا۔

لم: جس فعل کی توقع ہو اور وہ پوری نہ ہو سکے یا جس کا خطرہ ہے وہ خطرہ پیش نہیں آ سکا تو اس کا اظہار لم سے کرتے ہیں، جیسے الم نربک فینا ولیداً یعنی توقع سے پرورش ہوئی تھی۔ کہتے ہیں تم گئے نہیں لکھنؤ یا خطرہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں الم یجعل کیدھم فی تضلیل. خدا کی تخلیق کا انکار کرنے والے کب تک انکار کرتے رہیں گے۔ اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنا ھما. انہیں دیکھنا

نہیں پڑا کہ آسمان اور زمین کے مادہ کو ہم نے زبردستی ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا۔

کسی کی ذہانت سے امید ہوتی ہے کہ تہ تک اتر کر دنیا میں کچھ کرے گی مگر وہ امید پوری نہیں ہوتی، ایسے مواقع پر قرآن نے لم و لما کو بہت استعمال کیا ہے۔ الم نجعل له عينين ولسانا وشفتين.

لما : لم کی نفی سے ذرا آگے تک ہے لما کی نفی۔ یہ ہے کہ جب سے نفی ہوئی اب تک اس کا سلسلہ چل رہا ہے، جیسے لما ینفعه الندم ابھی تک ندامت کام نہیں آ سکی۔ تو نفی امید کا اظہار لم سے ہوگا اور اس نفی کا تسلسل لما سے ہوگا۔

اصول: ان تمام حروف نفی میں کچھ نہ کچھ انداز نفی بدل جاتا ہے اس لیے کہیں مطلق نفی ہوتی ہے کبھی حال کی نفی کبھی کیفیت کی نفی کبھی خطرہ یا توقع کی نفی ہوتی ہے اور ہر نفی کا تعلق نسبت سے ہوتا ہے اس وجہ سے نفی کو بھی قید مسند تسلیم کرتے ہیں۔

فصل پنجم: قصر

حامد پاس ہو گیا، خبر ہے اور حامد ہی پاس ہوا، خبر بھی ہے قصر بھی ہے۔ قصر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قصر موصوف، جیسے ما محمد الا رسول، کسی ذات میں ایک کمال کو منحصر کر دینا ہے۔ (۲) قصر صفت، جیسے لا حول ولا قوة الا بالله، ایک وصف کو کسی ذات کے لیے خاص کر دینا ہے۔ جیسے وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ما فتی الا علی، صفت کا قصر مقصود ہے۔

صفت سے مطلق وصف مراد ہے، نعمت اور تعریف ہی مراد نہیں ہے۔

قصر کی تقسیم

قصر اگر واقعی ہے تو قصر حقیقی ہے جیسے لله ما في السموات وما في الارض، لا اله الا الله، مگر یہ کم پائی جاتی ہے۔ اور قصر اگر وقتی ہے، تمہارے زعم میں

ہے یا کسی خاص جگہ ہے تو قصر غیر حقیقی ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہو سکتی ہیں جیسے شادی صرف حامد کے یہاں ہے۔ ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

قصر موصوف	قصر صفت
(۱) قصر حقیقی الا له الخلق والامر	لا حول ولا قوة الا بالله
(۲) اضافی آپ ہی کا فیصلہ صحیح نکلا	یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
(۳) ادعائی انا ربکم الاعلیٰ	وہ تو شیخ چلّی کا منصوبہ ہے
(۴) اصولی کلمہ کی صرف تین قسمیں ہیں	دنیا جنت ہے یا جہنم
(۵) وہمی زندگی کا ہے کو اک خواب ہے دیوانے کا	وهو كانياب اغوال
(٦) فرضی ان هو الا سحر يؤثر	حتى يلج الجمل فى سم الخياط
(۷) تاریخی ان ابا جهل لفرعون هذه الامة	وفى سبيل الله ما لقيت
(۸) وقتی وفينا رسول الله يهدى قلوبنا	فذبحوها وما كادوا يفعلون
(۹) ماحول تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا	یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

قصر کے تین طریقے ہیں: (۱) افراد (۲) قلب (۳) تعیین

(۱) افراد: لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک وصف میں کئی آدمی شریک ہیں مگر تم نے کسی ایک شخص کے لیے اس وصف کو محدود کر دیا تو قصر افراد ہے، جیسے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

یعنی منزل کی جانب اور کوئی نہیں میں تنہا چلا تھا مگر وہاں پہنچا تو میرے ساتھ قافلہ تھا۔

یہ قصر موصوف ہے اور برکت تو تجارت میں ہے اور کہیں اتنی نہیں، قصر صفت ہے۔

(۲) قلب: مخاطب غلط سمجھ گیا کہ میں فیل ہوں تو اس کی غلط فہمی دور کر کے صحیح بات بتا دینا قصر قلب ہے، جیسے سعید نہیں محمود کی شادی ہے اور عزت دولت سے نہیں کمال

سے ملتی ہے۔

(۳) تعیین: اگر تردد ہو کہ پاس ہونے والا شفیق ہے کہ حمید تو اس غیر یقینی حالت میں کسی ایک کو متعین کردو یا کسی کی صفات میں سے ایک واضح کردو، قصر تعیین ہے۔ جیسے قصر موصوف: لکھنؤ نہیں دہلی سے کام ہوگا۔ قصر صفت: نجات صرف اسلام میں ہے اور کہیں نہیں۔

معیار قصر: قصر افراد کے صحیح ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر موصوف کے لیے کئی وصف ہوں تو ان میں سے کسی کو تم نے مخصوص کردیا ہو، جیسے وما محمد الا رسول

اور قصر قلب کے لیے ضروری ہے کہ دو وصف ہوں اور تم ایک کو ترجیح دے دو تو تردد ختم ہو جائے گا، جیسے مسعود نہیں محمود دہلی جا رہا ہے۔ گھر نہیں سسرال ہے۔

اور قصر تعیین، اگر کسی کے دو وصف ہوں اور تم نے ایک کو ثابت کر کے مخاطب کا تردد ختم کردیا تو قصر تعیین ہے جیسے آج نہیں کل چھٹی ہوگی۔

ذرائع قصر

قصر کرنے کے لیے چار چیزیں کارآمد ہیں۔ (۱) بعض حرف عطف۔ (۲) نفی واستثناء۔ (۳) تقدیم ماحقہ التاخیر۔ (۴) بعض حروف قصر جیسے انما، انت ما هو

اول بعض حروف عطف: جیسے ما، لا، لکن اور بل کے ذریعہ، اگر کسی چیز کا عطف کروگے تو معطوف کا قصر ہو جائے گا (موصوف کے لیے) جیسے نوکر بدھو نہیں چالاک ہے۔ کسی بزرگ پر وحی نہیں آتی بلکہ الہام ہوتا ہے۔ (صفت کے لیے) فطرت نہیں لیکن عادت بدل جاتی ہے۔ شاعری ہنسی کھیل نہیں ایک نازک فن ہے۔

دوم نفی واستثناء: اگر پہلے کسی کی نفی کر کے پھر کسی کو اس سے مستثنیٰ کروگے تو وہ نفی کو بھی ختم کردے گا اور قصر بھی پیدا کردے گا، جیسے (موصوف کے لیے) ان انتم الا بشر مثلنا، ان هو الا ملک کریم۔ (صفت کے لیے) ان الحکم الا

لله، لا حول ولا قوة الا باللّٰہ.

سوم تقدیم و تاخیر: علم نحو میں مسند الیہ کے بعد مسند آتا ہے۔ اگر ترتیب بدل دو گے تو حصر پیدا ہوگا، کیونکہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی گئی ہے، جیسے نعبدک کو ایاک نعبد اور نستعینک کو ایاک نستعین بنا کر حصر پیدا کر دیا گیا، جیسے (موصوف کے لیے) الا له الخلق والامر اور (صفت کے لیے) وفینا رسول الله یهدی قلوبنا۔

چہارم حروف قصر: عربی میں لفظ انما حصر کے لیے ہے اور ہماری زبان میں بس، فقط، صرف تو ہی وغیرہ سے حصر ہوتا ہے۔ جیسے (موصوف کے لیے) انما الاعمال بالنیات، انما انا بشر مثلکم. (صفت کے لیے) انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اور وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

مرگ جگر پہ کیوں تری آنکھیں ہیں اشکبار　　اک حادثہ تو ہے مگر اتنا بڑا نہیں

اغراض قصر

قصر یا تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ موصوف کی انفرادیت ثابت ہو جائے یا کسی وصف کی تخصیص ہو جائے۔

کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ موصوف یا صفت کے متعلق کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے وہ ختم ہو جائے، جیسے سعید دولھا بنا ہے حمید نہیں۔ شادی شعبان میں ہے رمضان میں نہیں۔

کبھی موصوف کے اوصاف میں سے کسی وصف کے بارے میں تردد ہے تو ایک پہلو کو متعین کر دیا جائے۔ یہ تین قسم کے مقاصد ہیں اور قصر کی ہر قسم سے حاصل نہیں ہو سکتے، کیونکہ موصوف کے حالات اور صفت کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں، مثلاً کبھی قصر افراد، کبھی قصر قلب اور کبھی تعیین سے کام چلے گا۔ مگر جہاں قصر تعیین کی ضرورت ہوگی وہاں قصر افراد اور قصر قلب کام نہیں دے گا۔

آپ جس طرح کا قصر کریں گے یہی تین طریقے کام آئیں گے، اس لیے متعلم کو زبان کی بناوٹ، اس کے مواقع اور ان کی نزاکتوں سے واقف ہونا چاہیے تاکہ حسب منشا کام ہو سکے۔

قصر حقیقی شاذ و نادر ہوتا ہے اس لیے اس میں اغراض کی یہ تقسیم نہیں چلتی، مگر غیر حقیقی کا رواج بہت ہے، اس سے یہ اغراض حاصل ہو سکتی ہیں۔

قرآن مجید میں قصر غیر حقیقی کی تمام قسمیں موجود ہیں، مثلاً ہاروت ماروت کا کہنا کہ انما نحن فتنة، یہ قصر ہے مگر وقتی ہے۔ اسی طرح فرعون کا یہ اعلان انا ربکم الاعلیٰ بھی ایک شخصی ڈینگ ماری گئی ہے، تو علاقائی معاملہ ہے اور منافقین مدینہ کی بات انما نحن مصلحون میں قصر ہے مگر ادعائی ہے، کیونکہ ان کا اعتبار نہ کافروں میں تھا نہ صحابہ میں، اس لیے بزعم خود تیس مار خاں بن گئے تھے کہ ہم ہی مصلح ہیں۔ ہاں، قانون اور اصول میں جو حصر ہوتا ہے وہ اشخاص سے اور زمانے سے بالاتر ہوتا ہے جیسے انما الاعمال بالنیات، .... یہ اصول فطرت ہے اس لیے قصر حقیقی کے برابر ہے۔

قصر جس طرح مبتدا خبر میں ہوتا ہے اسی طرح فعل، فاعل اور مفعول میں بھی ہوتا ہے۔ اگر حرف استثناء سے قصر کرنا ہے جو حرف استثناء کے بعد آئے گا اس کا قصر ہوگا، جیسے لا الہ الا اللہ اور ماقال حامد الا شعراً، انما صنعوا کید ساحر.

جملہ خبریہ کی دوسری تقسیم

جملہ خبریہ کسی واقعہ کی نقل اتارتا ہے مگر کبھی ارادہ، اندازہ، وقت، اصول اور تجزیہ کے لئے بھی آتا ہے۔ اور حالات کے تقاضے کے مطابق لانا پڑتا ہے تو ماحول کی نزاکت سے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے جملہ خبریہ کی چار قسمیں ہیں: (۱) حملیہ (۲) موجہہ (۳) شرطیہ (۴) معدولہ۔

قسم اول حملیہ

حملیہ کی اپنے موضوع کے لحاظ سے پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقیہ: اگر ماہیت پر حکم ہو، جیسے ہر شریر لڑکا ذہین ہوتا ہے تو حقیقیہ ہے اور اگر افراد پر حکم ہو تو اس کی چار صورتیں ہیں اور موضوع کی نوعیت کے لحاظ سے ہوں گی۔

(۲) شخصیہ: اگر افراد معین پر حکم ہو۔ مسعود محنتی ہے مدرسہ کھلا ہے۔

(۳) کلیہ: موضوع کے تمام افراد مراد ہوں۔ ان الانسان لفی خسر

(۴) جزئیہ: جو موضوع کے چند افراد پر حکم ہو، جیسے کچھ بچے بہت ہوشیار ہیں۔ ان بعض الظن اثم

(۵) مہملہ: کلی کے افراد کی تعداد متعین نہ ہو۔ مرغیاں بیمار ہیں، کتابیں اچھی ہیں، جس طرح مسند الیہ کے معرفہ نکرہ ہونے کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح موضوع کی حیثیت سے اسناد متاثر ہوتی ہے مخاطب اثر قبول کرتا ہے۔ اور متکلم اپنی منشا ظاہر کرتا ہے پھر اس کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں۔

اہل منطق نے یہ سوال بھی اچھا اٹھایا ہے کہ نسبت تامہ کا وجود کہاں کہاں ہے پھر تقسیم کر دیا ہے۔ اگر ذہن میں ہو تو ذہنیہ ہے جیسے ھو اللہ احد. للہ مافی السموٰت ومافی الارض.

اگر نسبت خارج میں ہو تو خارجیہ جیسے ع وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا

اگر نسبت تینوں جگہ موجو ہو جیسے العدد زوج او فرد. الانسان لفی خسر تو حقیقیہ ہے۔ اس کو نفس الامر کہتے ہیں۔

قسم دوم موجھہ:

جملہ کی نسبت کا سلب یا ثبوت کبھی ضروری ہوتا ہے کبھی وقتی کبھی ممکن کبھی ناممکن اور کبھی نوعیت بیان نہیں ہوتی تو اس لحاظ سے جملہ کی دو قسمیں ہیں:

موجہات:

نسبت کی نوعیت کے اظہار کے لحاظ سے جملہ کی دو قسمیں ہیں۔ بسیطہ یا موجہہ، امتحان شعبان میں ہمیشہ ہوتا ہے، موجہہ ہے۔ امتحان ہوگا بسیطہ ہے، کیونکہ ہونے کا وقت مقرر کر دیا ہے۔

نسبت کی نوعیت کا نام جہت ہے۔ جہت کی پانچ قسمیں ہیں، کیونکہ نسبت لازمی ہوگی یا دائمی یا بالفعل یا وقتی یا ممکن یعنی ضروری نہیں ہوگی۔

لزوم: جیسے زندگی کے لیے دل کی حرکت ضروری ہے۔

بالفصل: جیسے بارش ہو رہی ہے۔ ریل چھوٹ گئی ہوگی۔

وقتی: جیسے مدرسہ ۷ بجے کھلتا ہے ۱۱ بجے بند ہوتا ہے۔

ممکن: جیسے کلو کا پاس ہونا ضروری نہیں ہے، یعنی ممکن ہے فیل ہو جائے۔

ہر جملہ بسیط میں ان میں سے کوئی جہت ضرور پائی جائے گی۔ اگر وہ کیفیت ظاہر نہیں ہے تو بسیط ہے ظاہر کر دیا تو موجہہ ہے وہ گیا اور آج گیا۔

ذات اور صفت

جملہ میں موضوع کی ذات اور اس کے وصف دونوں پر خبر ثابت ہوتی ہے۔ جیسے محمود سبق پڑھ رہا ہے اس میں ذات مراد ہے استاذ سبق دیتے ہیں وصف مراد ہے۔

ان دونوں کے مصداق دو نہیں ایک ہیں مگر ذات اور وصف دونوں کی حیثیت الگ الگ ہے اور جہت کی پانچوں قسمیں ہر ایک کے ساتھ پائی جاتی ہیں تو موجہہ کی دس قسمیں ہو گئیں۔

لزوم ذاتی: زندگی ہے تو احساس ضروری ہے۔ پتھر کے لیے بے حسی لازم ہے۔

لزوم وصفی: ہر نبی لازمی طور سے معصوم ہوگا۔

دوام ذاتی: آگ ہمیشہ جلاتی ہے۔ حق ہمیشہ بلند ہوتا ہے۔

دوام وصفی: بھاری چیز ہمیشہ نیچے جاتی ہے۔

بالفعل: کبھی گاڑی ناؤ پر کبھی ناؤ گاڑی پر

امکان ذاتی: ہوسکتا ہے لوہا پانی کی طرح پگھل جائے۔

امکان وصفی: ولی سے لغزش ممکن ہے۔ پہلوان ہار بھی سکتا ہے۔

امکان خاص: ولی سے لغزش بھی ہوسکتی ہے نہیں بھی ہوسکتی ہے۔

وقتیہ: اسلامی مہینے محرم سے شروع ہوتے ہیں۔

المنتشرہ: دل، سانس اور خون ہر دم حرکت میں رہتے ہیں۔

بحث، وکالت، تحقیق، مناظرہ، علمی نکات اور فنی کاموں میں حیثیت اور نوعیت کا امتیاز بہت مددگار ہوتا ہے۔ اور یہ نوعیتیں فطری ہیں جعلی یا فرضی نہیں ہیں اس لیے کبھی کبھی ان جملوں کو مرکب بھی کر دیتے ہیں تو موجہات دوگنے چوگنے ہوجاتے ہیں۔ جیسے محمود ذاتی طور سے پابند نہیں ملازم کی حیثیت سے حکم کا پابند ہے۔ اس میں لزوم ہے ذاتی طور سے اور لزوم کی نفی ہے وصفی طور سے۔

آگ ہمیشہ جلاتی ہے لیکن کبھی نہیں بھی جلاتی ہے جیسے حضرت ابراہیم کے لیے تو جہت اور کیفیت کبھی ذاتی طور پر لازم ہوگی وصفی طور سے نہیں کبھی اس کے برعکس ہوگا تو سلب و اثبات دونوں جملوں میں ہوگا مگر فرق ہوگا تو صرف حیثیت کا ہوگا جیسے محمود باپ کی حیثیت سے واجب الاحترام ہے اور بحیثیت بیٹے کے واجب الانقیاد ہے۔ اسی طرح کوئی دوپہر کو ضروری ہے شام کو نہیں تو سلب و ایجاب دونوں ہوگا مگر الگ الگ حیثیت سے دو وقتوں کے لحاظ سے ہوگا اس لیے دونوں میں تنافی نہیں ہوگی۔

قسم سوم شرطیہ

ایک ساتھ دو جملے ہوں اور کسی نسبت کے ثبوت یا سلب کو اگر دوسرے کی نسبت پر موقوف کر دیں تو شرطیہ ہے جیسے اگر تو محنت کرے گا تو پاس ہوگا یہ اتصال ہے

اور عقل بڑی کہ بھینس، یہ انفصال ہے تو شرطیہ کی دو قسمیں ہیں متصلہ اور منفصلہ پھر موجبہ یا سالبہ۔

متصلہ موجبہ: اگر آگ لگے گی تو دھواں ضرور ہوگا۔

متصلہ سالبہ: ایسا نہیں ہوسکتا کہ جامن لگایا تو آم پھلے گا۔

متصلہ کی دو قسمیں ہیں لزومیہ اور اتفاقیہ۔

اگر شرط و جزا میں کوئی عقلی رابطہ ہے تو لزومیہ ورنہ بلا رابطہ کے جزا کا ثبوت یا سلب ہوگیا تو اتفاقیہ ہے جیسے جب چاند نکلنے لگا تو کتا بھونکنے لگا، دونوں میں عقلاً کوئی ربط نہیں اتفاقاً ساتھ ہوگیا۔

منفصلہ موجبہ: امتحان دو فیل ہونا یا پاس اور سالبہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم جاؤ اور سودا نہ ملے۔

منفصلہ کا دار و مدار تنافی اور تناؤ پر ہے۔ تو اس کی تین صورتیں ہوں گی۔

(۱) دونوں بیک وقت نہ صادق نہ کاذب صرف کوئی ایک صادق یا کاذب ہوگا جیسے اصحاب کہف نے اٹھ کر سوچا کہ اب رات ہے یا دن، تم بتاؤ اس وقت صبح ہے یا شام یہ متصلہ حقیقیہ ہے پھر اس کی دو قسمیں اور بھی ہیں کہ دونوں نسبتیں بیک وقت صادق نہیں ہوسکتیں جیسے تمہارے جھولے میں آم ہے یا جامن تو یہ دونوں نہیں ہوسکتے یہ ہوسکتا ہے کہ دونوں نہ ہوں، اس نسبت کا نام مانعة الجمع ہے جیسے وہ مرد ہے یا عورت ممکن ہے کہ زنخا ہو یعنی مرد ہو نہ عورت۔

مانعة الخلو: دونوں نسبتیں کاذب نہیں ہوسکتیں ممکن ہے صادق ہو جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ آدمی زندہ ہو اور بات نہ کرسکے۔

(۲) متصلہ میں دونوں کا تضاد کبھی ذاتی ہوگا جیسے آگ اور پانی زندگی اور موت اس کا نام عنادیہ ہے اور کبھی تناؤ اتفاقاً پیدا ہوجاتا ہے ذاتی نہیں ہوتا، جیسے وہ گھوڑا آرہا ہے یا گدھا عقل بڑی کہ بھینس۔

قسم چہارم معدولہ

نسبت کبھی مثبت ہوتی ہے کبھی منفی مگر مثبت ہونے کے باوجود موضوع یا محمول یا دونوں منفی ہوتے ہیں تو اسے معدولہ کہتے ہیں۔ جیسے نوکر نالائق ہے، بیوقوف ملازم رکھ لیا ہے۔ بے رحم ضرور بے مروت ہوگا۔ یہ تینوں جملے مثبت ہیں اگرچہ حرف نفی نے طرفین میں منفی مفہوم بھی پیدا کر دیا ہے، کیونکہ حرف نفی کبھی موضوع کا جزو ہوگا کبھی محمول کا کبھی دونوں کا۔

کبھی مثبت وصف سے وہ کام نہیں ہوتا جو منفی سے بن جاتا ہے۔ آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں امانت دار ہوں صرف یہ کہتے ہیں کہ میں بے ایمان نہیں ہوں۔ اسی طرح ناامیدی بے وقوفی، نالائقی غیر حاضری جیسی ترکیبیں بہت کام آتی ہیں ان کو منفی مفہوم کہتے ہیں۔ تو صرف سلب اگرچہ نسبت کو سلب کرنے کے لیے آتا ہے۔ مگر یہاں نسبت کو نہیں سلب کرتا بلکہ اپنے جملہ کو منفی مفہوم دے دیتا ہے۔ نسبت سلب نہیں کرتا۔ معدولہ کا رواج قرآن وحدیث میں ہے اور بہت ہے، مثلاً غیر المغضوب علیهم و لا الضالین. فلهم اجر غیر ممنون. فانهم غیر ملومین. غیر متبرجات. لو کان فیهما الهة الا الله أی غیر الله.

اہل منطق کی اس طرح کی جملوں کی تقسیم دراصل نحوی تقسیم پر اضافہ ہے اور چونکہ روزمرہ اور گفتگو میں موجہات، مرکبات، معدولہ اور متصلہ منفصلہ استعمال ہوتے رہتے ہیں اس لیے اہل معانی کو زبان کی بناوٹ کے وقت اسے واضح کرنا چاہئے۔

باب سوم

فصل سوم انشائیہ

خبر کسی واقعہ کی حکایت کا نام ہے اس لیے واقعہ کے مطابق ہے تو صدق ہے ورنہ کذب پھر نفاق یا حزب یا دیوانگی بہت سی قسمیں ہیں۔

ایسا جملہ جو نہ سچ ہو نہ جھوٹ اس کا کہنے والا نہ سچا نہ جھوٹا۔ اسے انشائیہ کہتے ہیں جیسے پڑھو، یا اللہ، چونکہ جملہ میں کسی کی حکایت نہیں ہے بلکہ کسی حکم کسی دعا کی گزارش یا تمنا کی ایجاد ہے۔ اس لیے خبر سے بالکل الگ ہے۔

انشاء

انشاء کی دو قسمیں ہیں۔ طلبی، غیر طلبی۔

متکلم مخاطب سے ایسی بات چاہتا ہے جواب تک حاصل نہیں ہے یہ طلبی ہے۔ اور مخاطب سے اپنے جذبات احساسات اور افکار یا خیالات کا اظہار کرتا ہے تو غیر طلبی ہے۔

انشاء طلبی کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) امر: اٹھ ساقی اٹھ تلوار اٹھا

(۲) نہی: نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں۔

(۳) استفہام: جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں۔ ماتلک بیمینک۔

(۴) ترجی: لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً۔

شاید جنوں میں فاصلہ اب کی نہ رہ سکے

(۵) دعاء: یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

(٦) نداء: جیسے یا ایھا النبی۔

(٧) تمنا: تمنا ہے تو بس یہ ہے تمنا آخری اپنی
کہ وہ ساحل پہ ہوتے اور کشتی ڈوبتی اپنی

انشاءغیر طلبی

انشاء غیر طلبی کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) تعجب: ملا محمود مسجد میں گئے اور انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) قسم: رحمت قسم خدا کی چلی آ رہی ہے آج

(۳) مدح: کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے۔

(۴) ذم: بئس ماشتروا به انفسهم. لعنة الله علی الظالمین.

(۵) عقود: ریحانہ تمہارے نکاح میں دی گئی۔ میں نے قبول کرلیا۔

اول بحث امر

فعل امر جیسے اقم الصلوٰة. نماز پڑھو۔

استعمال: صیغہ امر بہت سے معانی کے لیے مستعمل ہے۔ مگر اس کی اصل وضع اس لیے ہے کہ کوئی بڑا شخص چھوٹے سے کسی کام یا چیز کا مطالبہ کرے جیسے پانی دو، محنت سے پڑھو۔ لیکن اگر نوکر سے کہو تو امر ہے۔ ساتھی سے کہو تو فرمائش ہے۔ اجنبی سے کہو تو استدعا ہے۔ بڑے سے گستاخی ہے۔ حاکم سے درخواست ہے۔ دشمن سے چیلنج ہے۔ دکاندار سے معاملہ داری ہے، مگر ابا سے ضرورت ہے۔ خدا سے دعاء ہے، قبروں سے، بتوں سے اور پتھروں سے اپنی توہین اور بیوقوفی ہے۔ اس طرح امر کا مخاطب بدل

جانے سے اس کا موضوع بدل جاتا ہے۔ اگرچہ معنی وہی دیتا ہے اسی طرح شاعر جب کسی کو مخاطب کرتا ہے تو ایک ہی صیغے سے کیا کیا گل کھلاتا ہے دیکھنے کی چیز ہے، مثلاً

اصرار: ہر تمنا دل سے رخصت ہوئی ☆ اب تو آ جا اب تو خلوت ہوگئی

تلاش: چلی بھی جا جرس نغمہ کی صدا پہ نسیم ☆ کہیں تو قافلہ نو بہار ٹھہرے گا

التجا: آ جاؤ کہ اب خلوت دل خلوت غم ہے
اب دل کے دھڑکنے بھی آواز نہیں ہے (جگر)

فہمائش: اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
رو کر گزار یا اسے ہنس کر گزار دے

جوش دلانا: اٹھ ساقی اٹھ تلوار اٹھا اٹھ ہمہمہ پیکار اٹھا

بے حیائی: مان نہ مان میں تیرا مہمان

اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت

دھمکی و تنبیہ: جہاں سینگ سمائے چلے جاؤ۔

کونوا قردتاً خاسئین

عبرت: سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

امید: شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

راز و نیاز: آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار، پکاروں میں ہائے دل

غیرت دلانا: دیکھ بدنام نہ کر اپنے مسیحائی کو۔

پھٹکارنا: خذوہ فغلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعاً فاسلکوہ۔

اظہار بے تعلقی: نہیں سنتے تو چولہے بھاڑ میں جاؤ۔

بندہ نوازی: اہل بدر سے خدا نے فرمادیا: اعملوا ماشئتم قد عفرت لکم۔

ابھارنا: اٹھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

چیلنج: فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہدآء کم۔

آزمائش: سنتے ہیں آپ فن ریاضی میں طاق ہیں
طول شب فراق ذرا ناپ دیجئے

فرمائش: حضورﷺ نے صحابی سے فرمایا:
اولم ولو بشاۃ۔ ولیمہ کھلاؤ بریانی سہی

اظہار بے خودی: گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

استقبال: بہارو پھول برساؤ مرا محبوب آیا ہے

مقابلہ: ترا جذبہ عشق ہے بے حقیقت
ذرا پھر تو ارشاد فرمایئے گا

خود فراموشی: ساغر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

خوش خبری: کلوا واشربوا ھنیئاً بما اسلفتم۔

شرمندہ کرنا: اتنا نہ بڑھا پاکئ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

تمنا: شب وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

الوداع: جا باد صبا، باد صبا، باد صبا جا

تمسخر: زنداں میں تو مجھ کو ڈال دیا اے صاحب زنداں تو نے مگر
پرواز جو میری روک سکے ایسی بھی کوئی دیوار اٹھا

خطرہ: اوپر اوپر پھول کھلے ہیں اندر اندر آگ
بھاگ مسافر میرے چمن سے میرے وطن سے بھاگ

تربیت: ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة.

فرمان: آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلوہٹ جاؤدے دوراہ جانے کے لیے

اظہارِ محبت: جاتے ہو خدا حافظ پر اتنی گزارش ہے
جب یاد ہم آ جائیں ملنے کی دعا کرنا

قسم دوم فعل نہی

کسی بڑے کا چھوٹے کو اس کام سے روکنا جو ہو رہا ہے یا ہونے جا رہا ہے یا خطرہ ہے یہ ہے فعل نہی کی اصل وضع لیکن مخاطب کے لحاظ سے اس کے معانی مقاصد اور انداز بدل جاتے ہیں۔

ایسا مت کرو، دوست کو مشورہ ہے، بچے کو حکم ہے، ساتھی سے گزارش ہے، دشمن کو فریب ہے، خدا کو مخاطب کریں تو دعا ہے یا بد دعا ہے، ساجھے دار سے تنبیہ ہے۔ پڑوسی کو دھمکی ہے، حاکم سے گستاخی ہے۔ شاعری اور ادب میں اس کے استعمال سے نئے نئے زاویے پیدا ہوتے ہیں اور متکلم کی منشا کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً

دعا: ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا أو اخطانا. (قرآن)

بددعا: رب لاتذرعلی الارض من الکافرین دیاراً. (قرآن)

مشورہ: لاتشتروا العبد الا والعصا معه. (حدیث)

ہمت افزائی: جلتا ہے تو جلتا جا اے پروانے کچھ مت بول

تسکین خاطر: غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

دھمکی: پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ لاتقف مالیس لک علم.

اعلان: شہر میں آج یہ لیلیٰ نے منادی کر دی
کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

آرزو: یارو میرے پاس سے نہ اٹھو نہ جدا ہو
حالت میری اچھی نہیں کیا جانئے کیا ہو

ممانعت: نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں

ڈانٹ: نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

پرہیزگاری: ولا تمن یمینک الیٰ ما متعنا بہ ھولاء.

عملی تربیت: یا موسی اقبل ولا تخف.

نصیحت فضیحت: ولایغتب بعضکم بعضاً.

قسم سوم استفہام

دریافت کرنا، مزاج پرسی کرنا، واقفیت بڑھانا، تعجب کرنا، استفہام ہے مزاج شریف؟

حروف: ان کاموں کے لیے لفظ کیا، آیا، کون، کتنا، کس قدر، کب، کس کہاں۔

عربی حروف واسماء: ہمزہ، ما، متی، ایان، کیف، این، انی، کم، کذا

استعمال: حال خبر، مزاج یا نام دریافت کرنے کے لیے کیا ہے۔

کیوں: کسی حکم فیصلے واقعہ یا حادثہ کا سبب پوچھنے کے لیے۔

کدھر: سمت کے لیے، کہاں جگہ کے لیے، کب وقت کے لیے۔ کس سوال کے لیے آتا ہے اور کبھی انداز کلام سے استفہام مفہوم ہوتا ہے وہ بھی انشائیہ ہے۔

شعراء نے استفہام کو جو وسعت، گہرائی اور معنویت دی ہے وہ بھی دیکھئے۔

بیزاری: یہ کہا اور ڈال دی چلمن اس قدر انتظار کون کرے

تعجب: مالی الا اری الھدھد. مالی لا اعبد الذی فطرنی.

محویت: کس چین سے ہم اس کے تصور میں محو تھے
کنج لحد میں شور قیامت بپا ہوا

شکست غرور: آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اکتاہٹ: آج کیا ہو گئے گھڑیاں بجانے والے

تعزیت: کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے۔

حیرت: پوچھتے ہیں مجھ سے غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

گستاخی: محتسب کیا ہے خدا کا ہمیں جب پاس نہیں

تلخ کلامی: ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

بے اعتنائی: وہ جنازے پر میرے کس وقت آئے دیکھنا

حسین گناہ: دل میں کسی کے راہ کئے جا رہا ہوں میں
کتنا حسیں گناہ کیے جا رہا ہوں میں

وارفتگی: ترا خیال ہے تیرا جمال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ ہوں کیا میں

تنبیہ: فاین تذھبون. فمن یاتیکم بماء مھین.

سوال: کیا کہا بہر مسلمان ہے فقط وعدہ حور (اقبال)

تسلی: ھل انتِ الا اصبع دمیتِ. وفی سبیل اللہ مالقیت

بہلاوہ: قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

وقت: کچھ تو بتلا کس طرف جاؤں کسے آواز دوں
اے ہجوم نامرادی دل بہت گھبرائے ہے

استفہام کی تقسیم

استفہام کی دو قسمیں ہیں (۱) اقراری (۲) انکاری

اقراری: دیکھنا کیا ریل چھوٹ گئی؟ اس کا جواب ہے جی ہاں، جی نہیں۔

انکاری: جیسے کیا ہمارے ساتھ نہیں چلنا ہے۔ اس کا جواب ہے جی نہیں کیوں نہیں

ھمزہ: کسی مفرد تصور کے لیے آتا ہے۔ جیسے کیا نام ہے اور کبھی نسبت کو دریافت کرنے کے لیے آتا ہے جیسے کیا آج مدرسے میں چھٹی ہے۔

ھل: صرف کسی نسبت کے سوال کے لیے آئے گا جیسے ھل لنامن الامر من شیء

ھمزہ جس کے ساتھ ہوگا اس کا سوال ہوگا، خواہ فعل ہو یا فاعل یا مفعول۔ أکتب زید. أ زید کتب. أکتاباً قرأ زید.

اورھل کا استعمال کثرت سے مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے: ھل من مزید.

ھل کی دوقسمیں ہیں: بسیطه، مرکبه.

صرف کسی کا وجود معلوم ہوتو کہئے: ھل زید یعنی موجود ہے۔ یہ جواب ہوگا۔

مرکبه: کیا کوئی جرم بدھو کے لیے ثابت ہے۔ گھر جارہا ہوں کچھ کہئے گا؟ ھل زید عالم. باقی تمام حروف یا اسماء استفہام تصورات کے لیے مستعمل ہیں۔

ما: شرح اسم کے لیے ما الکتاب کافیہ ہے کہ تہذیب (۲) دریافت ماہیت کے لیے ماالاخلاص خلوص کی ماہیت کیا ہے۔ (۳) نوع یا صفت کے لیے جیسے ما الانبه یعنی دسہری ہے یا کہ لنگڑا۔ (۴) یا وصف کے لیے ما السیف یعنی اس کی کاٹ کی مضبوطی کیسی ہے؟

من کبھی ذوی العلم کے بارے میں سوال کے لیے جیسے من عزازیل یعنی جن ہے کہ انسان یا ذوی العقل کے لیے من ذالذی یشفع عنده یعنی کسی ذی شعور انسان جن فرشتہ کی ہمت ہے کہ سفارش کرے۔

انی: کبھی کیف کے معنی میں جیسے فاتو حرثکم انی شئتم ای کیف. (۲) کبھی این کے ہم معنی جیسے انی الک أی من این هذه الفواکہ، یامریم.

قسم چہارم نداء

کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا نداء ہے۔ جیسے یا اهل الکتاب. یا ایها النبی. یا ایها الناس. یا جبال اوبی معه.

ندا کا مخاطب خدا ہے تو دعاء یا بدعاء ہے۔ ساتھی ہیں تو گزارش یا دل کی بھڑاس ہے۔ ماں باپ ہیں تو امداد کے لیے جیسے باپ رے باپ۔

ندا جب اظہار غم کے لیے ہو تو اس کا نام ندبہ ہے اور وہ مندوب یا مظلوم کے لیے ایک فریاد ہے اسے استغاثہ کہتے ہیں۔

شاعر اپنے نفس کو پہاڑوں کو زمین کو آسمان کو جانوروں اور پرندوں کو مردوں یا زندوں کو پکار کر عجب سے عجب تر معانی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے اور اپنے جذبات، احساسات اور اضطراب خاطر کو تسکین دیتا رہتا ہے۔ ندا میں کبھی کوئی قید نہیں ہے۔ مدح یا ذم یا ندا یا ندبہ۔

حروف ندا عربی میں یا، هیا، ای، ایا، اجل، جیر، اللهم.

اردو میں: یا، اے، ارے، او، ہائے رے، مگر ابے تبے کا استعمال نچلی سطح پر ہوتا ہے۔

حذف: یہ حروف عبارت میں نہ رہیں اور مراد ہوں ایسا بھی ہوتا ہے، جیسے غالب برا نہ مان، یعنی اے غالب۔ قرآن میں یوسف اعراض عن هذا أی یا یوسف.

کبھی منادی کو حذف کر دیتے ہیں لاتے ہی نہیں جیسے عورتیں کہتی ہیں ہائے غضب، ہائے اللہ آگے محذوف ہوتا ہے مگر مراد ہوتا ہے۔

ندا کے مقاصد و مواقع

بددلی: ناصحامت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے

پیار: ہائے کمبخت تو نے ہی پی ہی نہیں، یعنی اے کمبخت

دعا: دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں دن رات اے مولیٰ تری رحمت برستی ہے

اظہار عظمت: اے ہمالیہ اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

فریاد: خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

غیرت: یہ زندگی ہے الٰہی کہ زندگی کا کفن

بددعا: اے شب ہجر تیرا کالا منہ

شکایت: یارب نگاہ ناز پہ لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو کاٹ کرتی ہیں تلوار کی طرح

تجاہل عارفانہ: باللہ یا ظبیات القاع قلن لنا
ألیلای منکم ام لیلی من البشر

پیغام: ان نلت یا ریح الصبا یوما الی ارض اکرم
بلغ سلامی روضة فیھا النبی المحترم

غائبانہ صدا: میری لیلیٰ کو کردیا مجنوں اے سکندر میں تجھ کو کیا کوسوں

یادِ ایام: اے آبروئے گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

دوٹوک بات: یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون.

ہدایت: یا یحیٰ خذ الکتاب بقوة.

ہمت افزائی: یا موسیٰ أقبل ولا تخف.

فرمان الٰہی: یا ارض ابلعی مائک ویا سماء أقلعی.

عجیب فریادرسی: قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم.

معذرت:
اے رحمت تمام! میری ہر خطا معاف
میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا

چیلنج:
کدھر سے برق چمکتی ہے دیکھیں اے واعظ
ادھر میں جام اٹھاتا ہوں تو کتاب اٹھا

طعنہ:
مجھے اٹھانے کو آیا ہے واعظ ناداں
جو اٹھ سکے تو میرا ساغر شراب اٹھا

باپ کی محبت: یا بنی ارکب معنا.

ماتم: واویلا، واحسرتا، ہائے اللہ۔

پنجم ترجی و ششم تمنا

جو چیز حاصل نہ ہو اگر اس کا ملنا بظاہر محال ہو پھر بھی خواہش کی جائے تو تمنا ہے اور اگر مل سکتی ہو مگر نہ ملے تو ترجی ہے۔

حروف ترجی: لعل، شاید، ممکن ہے، ہو سکتا ہے۔

ترجی: لعلکم تتقون، لعل اللہ یأتیکم.

تمنا: دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے۔

الفاظ لیت اور کاش میں صیغۂ امر سے بھی کام لیتے ہیں ماضی تمنائی سے بھی۔

حروف ترجی و تمنی میں باہمی تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ عام طور سے الگ الگ مستعمل ہیں۔

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ لکھیں شاید
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

لیت: یا لیتنی کنت ترابا۔ اور لیت ترجی کے لیے یا لیت قبل منیتی یوما افوز بمنیتی.

ہل تمنائی: هل الیٰ مرد من سبیل هل لنا من یشفعنا.

لوتمنائی: لو أن لنا کرۃ فنکون من المومنین.

استفہام برائے ترجی: اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں کہیں منزل جاناں کے قریب

فعل تمنائی: شاید جنوں میں فاصلہ اب کی نہ رہ سکے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

حرف تمنا برائے ترجی: جانا پڑا رقیب کے در تک ہزار بار
اے کاش جانتا نہ تیری رہ گزر کو میں

قسم دوم انشاء غیر طلبی

اس کی نو صورتیں ہیں۔ تعجب، دعا، قسم، عقود، مدح وذم، رجا، امید، شروع۔

تعجب: عربی میں دو لفظ ہیں۔ احسن بزید اور ما أحسنه.

ہماری زبان میں مختلف مواقع کے لیے مختلف الفاظ ہیں اور بے شمار ہیں۔

خوشی کے موقع پر: واہ وا، اخاہ، واہ رے، ارے رے، افوہ۔

الزام آنے پر: استغفر اللّٰه، معاذ اللّٰه، توبہ توبہ، حاشا کلا.

حادثہ پر: انا للّٰہ وانا الیه راجعون، ہائے میرے اللہ۔

نا قابل یقین بات پر: ایسے کیسے، کیا ہوا کیا؟ ایسی بات؟

خطرہ ہونے پر: ارے رے۔ ہائے اللہ، ہائے غضب، یہ کیسے، افوہ۔

خطرناک واقعہ پر: سبحان اللہ، ماشاء اللہ، چشم بد دور، کیا کہنے ہیں۔

داد دینے کے لیے: کیا کہنے ہیں، چہ خوش، قلم توڑ دیا۔ واللہ کیا خوب، مکرر ارشاد، پھر عنایت ہو، کیا تضمین کی ہے، کیا مضمون باندھا ہے۔

احسان مند ہو کر: شکریہ، مہربانی، کرم فرمائی، جزاک اللہ۔

لغزش پر: ارے ارے، معاف کیجئے گا، میری توبہ، ہائے توبہ، توبہ توبہ۔
غم کے موقع پر: اخاہ، ہائے ہائے، ہائے رے، ہائے قسمت۔
اچانک مصیبت پر: باپ رے باپ، اللہ رے اللہ، اللہ اللہ، اماں رے اماں، بھیاہو بھیا۔
جواب کے لیے: ع کیا کہا بہر مسلمان ہے فقط وعدہ حور
تعریض: چشمک کرے مجھ ہی سے یہ ایسی کہاں کی ہے
بجلی تو خانہ زاد میرے آشیاں کی ہے
اظہار تعجب: کبھی فعل تعجب نہیں ہوتا، مگر خبریہ یا انشائیہ کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ تعجب کا اظہار ہوتا ہے۔

ان کے جانے سے یہ حیرت چھا گئی جس طرف دیکھا کیے دیکھا کیے
ع نہ صبر در دل عاشق نہ آپ در غرباں

دوم دعا

خدا سے اچھی بات کی التجا کرنا دعا ہے اور بری بات کی خواہش کرنا بد دعا ہے عورتیں اپنے لیے اور غصہ میں بھر کر بچوں کے لیے بد دعا کر دیتی ہیں۔
دعا: رب اغفر وارحم. اللّٰھم اتمم لنا نورنا.
بددعا: اللّٰھم علیک بقریش. اللّٰھم انی اعوذبک میں شرورھم ونجعلک فی نحورھم.
درود: اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم.
ترجی: خدا کرے کہ یہ دستور ساز گار آئے
جو بے قرار ہیں اب تک انہیں قرار رہے
تمنا: دل اور دے مجھ کو جو نہ دے ان کو زباں اور
شکوہ: میری قسمت میں غم گر اتنا تھا دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

پیغام: یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

فکر و نظر: بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

بندگی: الٰهی عبدک العاصی أتاک مقراً بالذنوب وقد دعاک

سوم قسم

اپنی بات کا اعتبار پیدا کرانے کے لیے کسی کو بطور گواہ پیش کرنا قسم ہے۔
قرآن وحدیث میں قسمیں طرح طرح کی ہیں۔ زیادہ تر قرآن نے کسی دعویٰ کے لیے بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ مثلاً والتین والزیتون وطور سینین وهذا البلد الامین. لقد خلقنا الانسان فی أحسن تقویم۔ اس جواب قسم کے لیے قسم گواہ ہے۔ مسلمان خدا کی کھاتا ہے۔ ہندو دیو کی، جاہل اپنے سر کی، قرآن کی، حدیث کی اور کتاب کی مگر ملحد کسی قسم کی قسم نہیں کھاتا، پھر جس کی بھی قسم ہوگی اپنی بات کی پختگی قبولیت کے لیے ہوگی، مگر قسم کے اور کام بھی ہیں۔

جانوروں کی شہادت: والعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً.

زمانے کی شہادت: والعصر ان الانسان لفی خسر.

یاد ایام: والسمآء ذات البروج والیوم الموعود وشاهد ومشهود قتل أصحاب الأخدود النار ذات الوقود. اذهم علیها قعود.

داد دینے کے لیے: واللہ کمال کر دیا۔ خدا کی قسم قلم توڑ دیا۔

فضول قسم: آج کے عرب واللہ جیسی قسم کو اکثر بے موقع بولتے جاتے ہیں اور بے معنی بولتے ہیں مگر جہالت کی وجہ سے رواج ہوگیا ہے۔ کسی بات کی تاکید کے جو الفاظ مستعمل ہیں ان میں سب سے مؤثر قسم ہے۔

چہارم عقود

تجارت، نکاح اور طلاق میں معاملہ فوری طور سے طے ہوتا ہے مگر مستقبل کے صیغے سے طے کرنے کا مطلب وعدہ ہوتا ہے، مگر وہ طے نہیں ہوتا، اس لیے احتیاطاً ماضی کا صیغہ لاتے ہیں تا کہ معاملہ پکا ہو جائے، مشکوک نہ رہے۔ مثلاً قبول کروں گا اک وعدہ ہے قبول نہیں ہے۔ اس لیے میں نے قبول کیا کہنے سے بات پختہ اور سب کے لیے قابل قبول ہو جائے گی۔

عقد تجارت نکاح اور الفاظ طلاق وخلع سے کسی واقعہ کی حکایت نہیں ہوتی بلکہ یہ معاملات باہمی طور سے طے ہونے والے ہیں۔ جو ایجاب وقبول کے لفظوں سے طے ہو جاتے ہیں یا طے نہیں ہوتے تو ان لفظوں میں صریح، کنایہ وغیرہ کی بحث علم فقہ میں آوے گی۔

پنجم مدح ششم ذم

تسمیہ مدح ہے تعوذ ذم ہے، مگر دونوں جملہ خبریہ ہیں اور ان میں مدح وذم مراد نہیں ہے، بلکہ ان الفاظ کی بحث ہے جن کو کسی وقت خوش ہو کر یا ناراض ہو کر آدمی بولتا ہے اور ان سے اپنے تاثرات کو ظاہر کرتا ہے جیسے شاباش تم کشتی جیت گئے۔

عربی میں مدح کے لئے نِعم اور ذم کے لیے بئس اور ساء مگر اردو میں دونوں کے لیے بہت سے الفاظ مستعمل ہیں۔ خوشی یا غم کے اظہار کے لیے بنائے گئے ہیں یا سماعاً مستعمل ہوئے ہیں۔

باب فصل ووصل

دل گیا، لذت حیات گئی، یہ دونوں جملے اپنی اپنی جگہ مکمل ہیں۔ سوال یہ ہے

کہ دوسرا جملہ لانا ہے تو واو لا کر دونوں کو ساتھ کر دینا ہے یا الگ رکھنا ہے۔ دونوں کو الگ الگ رکھنا فصل ہے اور دونوں کے درمیان واو لا کر ایک حکم میں کر دینا وصل ہے جیسے غالب کہتے ہیں۔

ع میں کہوں گا حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

دونوں جملے مستقل ہیں مگر واو نے ایک حکم میں کر دیا ہے یہ ہے وصل۔

فصل: دو جملوں میں فصل اس لیے رکھتے ہیں کہ ہر جملہ مستقل ہے اس لیے اصل ہے اس کا مستقل رکھنا اور علاحدہ رکھنا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلا جملہ معطوف ہے اور دوسرا معطوف علیہ تو معنوی طور سے دونوں کی حیثیت الگ الگ ہے، اس لیے دونوں میں فصل رکھنا پڑا۔ جگر کا دوسرا مصرع ہے، غم گیا ساری کائنات گئی۔ اس میں بھی مصرع کا پہلا جز و علت ہے دوسرا معلول، اس لیے دونوں میں فصل ضروری ہے اور غالب نے کہا ہے۔

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
میں کہوں گا حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

تو حال دل کہنا الگ جملہ ہے اور ان کا فرمانا کیا دوسرا الگ جملہ ہے، مگر ان کی بے نیازی کی تصویر دونوں جملوں کے ملانے سے ہی بنے گی۔ الگ الگ رہیں گے تو بے نیازی ثابت نہیں ہو سکتی، اس لیے دونوں جملوں کو واو نے متصل کر دیا ہے اور ایسے ہر موقع پر وصل کرنا لازم ہے مگر وصل کے لیے صرف واو کام کرے گا اور دوسرا کوئی حرف علت نہیں۔

قسم اول

فصل کو باقی رکھنے کے لیے چھ مواقع ہیں جن میں وصل کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

اول دونوں جملوں کی نسبتوں میں کمال اتصال ہو۔

دوم دونوں جملوں کی نسبتوں میں شبہ اتصال ہو۔

سوم دونوں جملوں کی نسبتوں میں کمال انقطاع ہو۔

چہارم دونوں جملوں کی نسبتوں میں شبہ انقطاع ہو۔

پنجم دونوں نسبتوں کے اتصال سے اشتباہ پیدا ہو سکتا ہو۔

ششم یہ کہ کمال اتصال وکمال انقطاع کے بیچ میں ہو۔

نوع اول: کمال اتصال تین طرح سے ہوتا ہے: اول تاکید، دوم عطف بیان، سوم بدل کل۔

تاکید: اس کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور معنوی، مگر یہاں صرف وہ تاکید مراد ہے جو دو جملوں اور نسبتوں میں ہو انفرادی نہیں۔

تاکید لفظی: اے محتسب نہ پھینک مرے محتسب نہ پھینک

ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے

یہاں تاکید لفظی ہے اس لئے دونوں کے الفاظ بھی متحد ہیں ان کے معانی بھی اور جب لفظی ومعنوی دونوں طرح کا اتحاد موجود ہے تو حرف وصل لاکر اتحاد پیدا کرنا تحصیل حاصل ہے۔

تاکید معنوی: تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا نہیں

جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

یہاں مصرع دو ہیں، کہنے کے انداز دو ہیں مگر دونوں کا حاصل ایک ہی بات ہے، اس لیے دوسرا جملہ پہلے کی تاکید معنوی ہے، ظاہر ہے کہ جب معنوی اتحاد موجود ہے تو واو لاکر مصنوعی اتحاد کی کوئی ضرورت نہیں۔

دوم عطف بیان

پہلے لفظ کا ابہام دوسرے کی شہرت سے صاف ہوجاتا ہے۔ وہ اگر صفت

ہے تو ہے ورنہ عطف بیان ہے، جیسے اسد اللہ خاں غالب کہتے ہیں: بازیچہ اطفال ہے
دنیا مرے آگے ☆ ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے۔ اک چیز ہے اورنگ سلیماں
میرے نزدیک ☆ اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے۔

تو بازیچہ اطفال اک مبہم بات ہے اس لیے بعد کے تین مصرعوں میں اس کی
وضاحت کردی گئی اور وہ خوب سے خوب تر ہے مگر ہے وضاحت اس لیے معنوی طور
سے اجمال و تفصیل ایک ہیں تو واو لا کر اتحاد کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی، عطف بیان
سے کام چل گیا۔

بدل: اگر دوسرا لفظ جو تابع ہے متبوع کی ذات پر یا اس کے جزو پر یا متعلق پر دال ہے تو
بدل ہے، یہاں اجتماعی بات ہے اس لیے مفردات سے نہیں جملوں سے بحث ہے۔
جگر کہتے ہیں۔

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

گلشن پرستی ایک دعویٰ ہے بعد کے جملے اس اصل کلی کے بعد عملی نمونے میں تو اس
کلی کیلئے اک فرد ہوئے جو بطور مثال لایا گیا ہے۔ اس لیے بدل البعض ہے اس طرح
تابع متبوع میں اتحاد موجود ہے تب واو لا کر اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

اصول: تاکید عطف اور بدل چونکہ تابع متبوع ہیں اس لیے دونوں کے مصداق دو نہیں
ہیں یکساں ہیں اس لیے دوسرے معنوی رابطہ کی ضرورت نہیں۔

نوع دوم شبہ اتصال

کوئی بات کہی گئی تو سوال ہوا کہ اس کی علت کیا ہے یا اس کا نتیجہ کیا ہوگا یا
اس کی وجہ کیا ہے ایسے سوالوں کا ذکر کئے بغیر جواب دیتے ہیں اس جواب کا نام ہے
جملہ مستانفہ اور اس وضاحت کو استیناف کہتے ہیں۔ کلو گرفتار ہو گیا، اس لیے کہ چوری

کی تھی۔ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہے، کیوں گرفتار ہوا۔ اس لیے پہلے اور دوسرے جملے میں اتصال نہیں مگر شبہ اتصال تو ہے ہی۔ اور جب دونوں میں ایک طرح کا اتصال موجود ہے تو حرف وصل کی ضرورت نہیں رہی۔

استیناف کی تقسیم

استیناف کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلے جملے کی علت کیا ہے اس کا جواب لے کر آ رہا ہے کہ علت یہ ہے۔

(۲) پہلے جملے میں جو دعویٰ کیا گیا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا دوسرا جملہ نتیجہ ہے۔

(۳) پہلے جملے میں جو بات کہی گئی ہے اس کی علت نہیں بلکہ خاص وجہ بیان کر دی جائے۔

(۴) پہلے جملے سے کوئی بات کھٹکتی ہے تو ایک جملہ ذکر کر کے وہ کھٹک دور کر دی گئی۔ اسی کو کہتے ہیں استیناف۔

تلاش علت: دل آ گیا تم پر دل ہی تو ہے ☆ تڑپے کیوں نہ بسمل ہی تو ہے

یہاں دل آنا اک واقعہ ہے، مگر آیا کیوں تو جواب دیا ہے دل ہی تو ہے جو مچل گیا۔

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

باد بہاری کیوں نہ چھیڑے دوسرا مصرع اسی کا جواب ہے اور خوب ہے تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں۔

تلاش معلول: جگر پکار کر کہتے ہیں۔

اوپر اوپر پھول کھلے ہیں اندر اندر آگ
بھاگ مسافر میرے چمن سے میرے وطن سے بھاگ

پہلا مصرع خطرناک ہے اب کیا کرے کوئی اجنبی، تو شاعر کہتا ہے بھاگ کر

اپنی جان بچالے۔

رنج میں ڈوبا ہوا دل ہو تو نغموں سے نہ چھیڑ

اور اگر چھیڑ دیا تو نغمے سے بھی داغ بن جائیں گے، کہتا ہے

داغ بن جاتی ہے جلتی ریت پر پانی کی بوند

علت نہیں وجہ خاص: چاندنی رات میں قرار کہاں

چوٹ کھائی ہوئی طبیعت کو

چاندنی تو سکون دیتی ہے مگر چوٹ کھائی ہوئی طبیعت کو سکون کہاں؟ یہ سوال ہے مگر اسی سوال سے جواب نکل آیا اور ایک خاص وجہ معلوم ہوگئی۔

شیفتہ فرماتے ہیں:

رفع دخل مقدر: اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب

آن پہنچے ہیں کہیں منزل جاناں کے قریب

چلتے چلتے خلش سی ہونے لگی آخر کیوں، اس میں کوئی راز تو ضرور ہے، تو اس کھٹک کو دور کرنا ہے کہ ان کی گلی آ گئی ہے اس لیے دل کا حساس اچھلنے لگا ہے۔

نوع سوم کمال انقطاع

دو جملے کبھی رہتے ہیں تو ساتھ ساتھ مگر دونوں میں مخصوص طور پر اس قدر فاصلہ ہوتا ہے کہ وصل کا کوئی سوال ہی نہیں آتا۔

یہ فاصلے تین طرح کے ہوں گے۔ (ا) دونوں کی نوع الگ الگ ہوگی مثلاً ایک خبریہ ہے دوسرا انشائیہ تو آپس میں عطف نہیں ہوسکتا فصل لازم ہے، مثلاً زید بن حارثہ آ گئے رضی اللہ عنہ، اس میں دو جملے ہیں پہلا خبریہ ہے اور دوسرا دعائیہ ہے، اس لیے انشائیہ سے وصل کا سوال ہی نہیں۔ غالب کی سنئے:

کون ہوتا ہے حریف مئے مردافگن عشق ہے مکرر لب ساقی پہ صلہ میرے بعد

پہلا جملہ استفہام ہے اس لیے انشائیہ ہے۔ دوسرا خبریہ ہے، اس لیے دونوں میں فصل تام ہے اور انقطاع لازمی ہے اس لیے غالب نے عطف نہیں کیا۔

دوسرا سبب: دونوں جملوں کی نوعیت ایک ہو مگر معنوی طور سے دونوں میں فصل لازم ہے۔ مثلاً حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ یہ مشہور مصرع ہے۔ اس میں دونوں انشائیہ ہیں مگر پہلا دعاء ہے دوسرا تعجب ہے دعاء کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے تعجب کا ماضی سے، اتنا لمبا فاصلہ کون طے کر سکتا ہے۔ تو فصل لازم ہے۔

تیسرا سبب: دونوں کی نوعیت ایک ہے۔ دونوں میں وجہ جامع بھی موجود ہے۔ مگر عطف کر دینے سے معنوی خرابی پیدا ہو جاوے گی۔ لہٰذا فصل ہی رہے گا۔ جیسے افسر افسر ہوتا ہے ماتحت ماتحت، دونوں خبریہ ہیں۔ دونوں میں وجہ جامع بھی موجود ہے مگر افسر اور ماتحت ہمیشہ الگ رہیں گے۔ اسی طرح مفرد کا عطف بھی جیسے دوست دشمن کی بات اور ہے استاد شاگرد سب اچھے ہیں۔

وجہ جامع

وجہ جامع کی تین قسمیں ہیں (۱) عقلی (۲) وہمی (۳) خیالی۔

عقلی: دونوں نسبتوں میں ایسی باتیں مشترک ہوں جو خود کو سمجھ میں آجاتی ہیں یا کسی کے کہنے سے عقل باور کر لیتی ہے کہ دونوں میں یکسانیت ہے۔ پھر یہ یکسانیت تین طرح ہوتی ہے۔ (۱) ذہنی اتحاد (۲) باہمی مماثلت کی بنا پر (۳) ایک دوسرے سے نسبت تضایف ہو۔

ذہنی اتحاد: (۱) اس وجہ سے کہ دونوں کا مسند الیہ ایک ہے، مسند الگ الگ یا اس کے برعکس مثلاً خالد محنتی بھی ہے پاس بھی یا کہیئے کہ خالد بھی آئے عبید بھی۔

(۲) اس وجہ سے کہ مسند الیہ تو دونوں کے تو دو ہوں مگر صفت یا ظرف یا حال یا نسبت ایک ہو جیسے راشد بھائی آئے حامد بھائی گئے۔ ہم ٹہلتے چلے گئے وہ ٹہلتے چلے آئے

دونوں کا حال ایک ہے۔ حامد صبح کو سوتا ہے محمود صبح کو پڑھتا ہے۔ ظرف زماں ایک ہے۔ تم بازار جا رہے تھے میں بازار سے لوٹ رہا تھا۔ دونوں کا ظرف مکاں ایک ہے تم کھیلنے کے شوقین ہو میں پڑھنے کا شوقین اس لیے نتیجہ میں فرق ہوگا۔ اس میں شوق سبب ہے اور وہ ایک ہے۔ ضرب المثل ہے

کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی بھول گیا

ایک خریدنے جاتا ہے دوسرا بیچنے، ضرورت ایک ہے۔

(ب) وہمی اتحاد: عقل محسوسات میں امتیاز پیدا کرتی ہے پھر الگ الگ سب پر حکم لگاتی ہے اور تجربے کرتی ہے۔ نتائج نکالتی ہے لیکن قوت واہمہ محسوسات میں امتیاز نہین کر پاتی کیونکہ اسے اشتباہ ہو جاتا ہے اور یہ اشتباہ کبھی مماثلت سے ہوتا ہے کبھی تضاد سے کبھی مقابلے سے کبھی تقابل سے۔

مماثلت: دو ہم جنس چیزوں میں تجانس اور مماثلت ہوتی ہے جیسے آم اور سیب دونوں کی نوع الگ الگ مگر دونوں پھل ہیں اس لیے جنس ایک ہے۔

تماثل: دو جزوں کے نوع ایک ہو مگر صفت الگ الگ ہو تو ان میں تماثل ہوگا جیسے دسہری اور لنگڑا دونوں آم ہیں مگر دو قسم کے پھر بھی آم نے تماثل پیدا کر دیا ہے۔

تشابہ: اگر دونوں کی جنس بھی الگ الگ ہو مگر کوئی وصف ایک ہو تو تشابہ ہے جیسے بچہ اور پھول الگ الگ ہیں مگر دونوں خوبصورت ہیں۔

اصول: دو جملے ہیں دونوں کے مسند دو ہیں مگر دونوں کی جنس ایک ہو جیسے بندر اور لومڑی یا نوع ایک ہو، جیسے کالی سرسوں، پیلی سرسوں یا صفت ایک ہو، جیسے بنارسی لنگڑا اور دیسی لنگڑا۔

اصول: اگر جنس ایک ہوگی تو وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اس جنس کے تمام احکام دونوں نوعوں میں مشترک ہوں گے مثلاً لومڑی اور بندر کی حیوانیت جنس ہے اس لیے وہ مشترک ہے اور جب حیوانیت مشترک ہے تو احساس، ذہانت، حرکت اور سمجھداری

بھی دونوں میں پائی جائے گی اور وہی وجہ جامع ہو گی۔

اسی طرح قالین اور دری دونوں کی نوع ایک ہے ہاں صفت الگ الگ ہے تو بچھانا دونوں میں مشترک ہے اس لیے راحت رسانی، عزت افزائی اور خوبصورتی اور نرمی سختی میں یکساں ہوں گی۔

پھر بنارس کا قالین اور جرمنی کا قالین دونوں کی صنعت بھی ایک ہے تو رنگ، بناوٹ، سائز، خوبصورتی اور گداز میں دونوں میں مماثلت یکساں نظر آئے گی، لیکن ہمارا قالین سستا ہوگا۔ جرمنی اور ایرانی مہنگے ہوں گے۔ یہ ہے تشریح تشابہ کی۔

سوم تضایف: بعض چیزیں مقابلہ سے نہیں صرف نسبت سے سمجھ لی جاتی ہیں جیسے چھوٹا اور بڑا، دائیں اور بائیں، دوست اور دشمن، پیر اور مرشد، شاگرد اور استاد، ان میں سے ہر ایک کا دوسرے سے اک تعلق ہے۔ ایسی نسبت کا نام ہے تضائف جیسے توریت پہلے ہے انجیل بعد میں۔ محمود آقا تھا ایاز غلام، حضرت حسن بڑے تھے حضرت حسین چھوٹے۔

چہارم تعلیل: کبھی علت معلول کی وجہ سے دونوں جملوں میں یکسانیت اور اتحاد ہوتا ہے جیسے تالا کنجی، ظالم مظلوم، ایک دوسرے کی وجہ سے سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ سپاہی نے بندوق چلائی تو چور تڑپنے لگا، کنجی لگ گئی تو تالا کھل گیا۔ انجن چلا تو گاڑی دوڑنے لگی۔

اصول: دو چیزوں میں وجہ جامع کبھی حقیقی ہوتی ہے کبھی عقلی، لیکن دونوں جملوں میں وجہ جامع حقیقی نہیں ہوسکتی۔ جب ہوگی تو عقلی، خیالی اور وہمی ہوگی تو ان میں یکسانیت مندرجہ ذیل اسباب سے ہوسکتی ہے۔ مثلاً مماثلت، تضاد، تقابل، مقابلہ۔

تقابل: تم نے کسی کو ٹھوکر ماردی تو وہ کہتا ہے کہ اندھے ہو سوال یہ ہے کہ اندھا پن کیوں یاد کرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اندھا پن بینائی کا مقابل ہے۔ تم نے بینائی سے کام نہیں لیا تو اندھے پن کا الزام سہنا پڑا۔ تو بینائی اور اندھا پن میں تضاد نہیں ہے

تقابل ہے۔ جیسے کفر وایمان، عقلمندی اور بیوقوفی۔
تضاد: کوئی قتل ہوا تو پولس دشمن تلاش کرتی ہے۔ سانپ نے کاٹ لیا تو آدمی کو تریاق یاد آتا ہے۔ آگ لگ جائے تو پانی کے لیے دوڑتے ہیں۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ دونوں میں تضاد ہے تو قوت واہمہ ایک کو دیکھ کر دوسرے کو تلاش کرتی ہے جو وہاں کہیں نہیں ہوتا مگر اسے پیدا کر لیتی ہے۔
مقابلہ: تم نے طعنہ دیا کہ بڑے حاتم بنتے ہو دوسرے نے جواب دیا کہ تم قارون ہو تو حاتم اور قارون، موسیٰ اور فرعون، ابراہیم اور نمرود میں کوئی تضاد نہیں مگر مقابلہ ضرور ہے تو وجہ جامع مقابلہ کی نسبت ہی ہے جسے قوت واہمہ اپنی معلومات میں تلاش کر لیتی ہے۔

وجہ جامع خیالی و تجرباتی

بعض تصورات عام میں مثلاً قلم کے ساتھ کاغذ، روشنی کے ساتھ اندھیرا اس لیے جب ان باتوں سے جملے بناؤ گے تو عام طور سے لوگ سمجھ لیں گے کیونکہ قوت خیالیہ اس کی عادی ہے، لیکن کسان کو دھوپ کھانے مین، عالم کو سر کھپا کر کتاب سمجھنے میں اور عاشق کو اشارے کنائے میں لذت ملتی ہے، وہ عام نہیں ہے۔ ایک مخصوص تاثر ہے، اس لیے کوئی کسان کوئی عالم کوئی عاشق ہی اس لذت کو محسوس کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ دوسرے لوگ اس وجہ سے لذت محسوس نہیں کر سکتے کہ ان کی قوت خیالیہ ان تصورات و تجربات سے ابھی گزری نہیں ہے۔ اس لیے نہ سمجھیں گے نہ لذت پائیں گے۔
اصول: دو باتوں میں وجہ جامع کا تعلق عادت سے ہوتا ہے کہیں تعلقات سے کہیں وزن سے کہیں معلومات سے کہیں شہری یا دیہاتی ماحول سے اس لیے جو بات دفتر میں وجہ جامع بن سکتی ہے وہ بازار میں نہیں بنے گی۔ جو بات شہر میں وجہ جامع ہوگی وہ گاؤں میں نہیں ہوگی۔ جو مدرسہ میں ہوگی وہ اسکول میں نہیں ہوگی۔ وجہ صرف یہ ہے

کہ ہر جگہ کے خیالات الگ الگ ہوتے ہیں۔
مثلاً گئے ہو جب سے یہاں صبح و شام ہی نہ ہوئی، یہ اک گپ ہے بکواس ہے اور محال ہے، لیکن جس نے محبت کی چوٹ کھائی ہو، فراق کی راتیں کاٹی ہوں اس کے نزدیک یہ حقیقت ہے۔ اس کے دل کی سچی ترجمانی ہے اس لیے جب جگر نے کہا: لاکھ آفتاب پاس سے ہو کر گزر گئے ☆ بیٹھے ہم انتظار سحر دیکھتے رہے، تو غلط نہیں صحیح کہا تھا۔

ان جملوں کا تعلق عشق و محبت کی خیالی دنیا سے ہے۔ محویت کے عالم سے ہے۔ اس لیے دونوں جملے حقیقت ہیں اور بالکل صحیح ہے مگر عندلیب شادانی نے اس وادی کی سیر نہیں کی تھی صرف قلم گھمایا تھا۔ تو اسے محال اور بکواس کہتا ہے اور وہ بھی صحیح کہتا ہے۔ اس کے پاس جگر کا دل تھا نہ عشق کی زباں نہ درد کی تپش۔ تو جگر کے نزدیک ان باتوں میں اتصال ہے، اس لیے حرف عطف کی ضرورت نہیں تھی۔

مزہ برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی بھی سفیدی بھی شفق بھی ابر باراں بھی

کسی اندھے کے لیے یہ شعر بے محل ہے، کیونکہ وہ نہ سیاہی سے واقف نہ شفق سے نہ اس نظر نواز منظر سے، مگر جس نے آنکھیں پائی ہیں یہ سانحہ دیکھے ہیں اور مواقع تلاش کیے وہ اس شعر کو پڑھ کر جھوم جائے گا۔ اس کی قوت خیالیہ اس اجمالی و تفصیل کے مناظر میں گم ہو جاوے گی تو کسی مزید اتصال کی ضرورت نہیں ہوگی، جو حرف عطف پوری کرتا ہے۔

مقام وصل

دو جملوں کو واو سے عطف کریں تو وصل ہے عطف نہ کریں تو فصل ہے مگر فصل سے اگر وہم پیدا ہو سکتا ہے تب بھی وصل کر دیتے ہیں، جیسے کہنا کہ حج سے لوٹ آئے آپ، اس کا جواب ملا کہ لوٹ آئے، اللہ قبول کرے اور آپ کو بھی پہنچا دے،

دونوں انشائیہ ہیں اور واو کی ضرورت ہے۔

دوم: کبھی نہ تو کمال اتصال ہو نہ کمال انقطاع تو وہاں دوسرے جملے کو عطف کر کے وصل کرتے ہیں، جیسے وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے دور، دونوں جملے خبریہ ہیں۔ استاد ذوق نے دونوں کو عطف کر کے وصل کیا ہے۔ غالب کہتے ہیں۔

بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجیے فرض ☆ اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

دونوں مصرعے دو جملے ہیں دونوں انشائیہ ہیں مگر غالب نے وصل کیا ہے قرآن میں ہے۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ یہ دونوں خبریہ ہیں یا دونوں انشائیہ ہوں جیسے کلوا واشربوا۔

اردو کا امتیاز: عربی میں مفردات کے درمیان واوآ کر ایک حکم میں سب کو شامل کر دیتا ہے، جیسے جاء زید و بکر وخالد وحمید لیکن اردو میں اگر دو سے زیادہ معطوف ہوں تو شروع کے واو حذف کر دیئے جائیں گے صرف آخر میں واو لگا کر حکم میں سب کو شریک کر لیں گے، جیسے بکس، بیگ، گھڑی اور سائیکل سب چوری گئے۔

البحث السابع

ایجاز، اطناب و مساوات

یوسف اور زلیخا کا واقعہ قرآن نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت جامی نے اور سیکڑوں لوگوں نے مختلف زبانوں میں لکھا ہے تو مراد ایک ہے، اس کے ذہنی خاکے مختلف ہیں پھر ان خاکوں کی تعبیرات مختلف ہیں۔ کہیں اسٹیج پر کہیں نظم ونثر میں کہیں کہانیوں اور افسانوں میں، قرآن نے آٹھ صفحوں میں لکھا، حضرت جامی نے دو سو صفحوں میں اس لیے قرآن کا بیان ایجاز ہے، جامی کا بیان اطناب اور یہ اختلاف مراد کا نہیں، اس کی تعبیر کا ہے یا حسن تعبیر کا لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔

اگر کسی مراد کو مختصر لفظوں میں تعبیر کرو گے تو ایجاز ہے اور اسی کو کسی کانفرنس میں کہو گے تو اطناب ہوگی یا تطویل، لیکن اگر تم نے کسی دیہاتی کو سمجھانا چاہا تو اس میں حشو و زوائد بیجا ہوں گے۔ ایسی تمام تعبیرات میں حقیقی تعبیر دراصل کوئی نہیں سب اضافی ہیں، اس لیے اعتبار بھی مختلف طور سے رہے گا اور تعبیرات بھی مخاطب کے اختلافات کی وجہ سے بدل جایا کریں گی، نیز طبیعت کی بشاشت، افسردگی اور فکرمندی سے بھی تعبیریں بدل جایا کریں گی۔

ایسے میں فضیلت صرف موقع محل کی رعایت میں ہے۔ الفاظ کی کمی بیشی اگر رعایت کے باوجود ہے تو اس سے ایجاز و اطناب ایک فن ہو جاتا ہے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) مساوات (۲) ایجاز، (۳) اطناب (۴) تطویل (۵) تعقید۔

اول مساوات: جتنی بات ضروری تھی وہ جچے تلے الفاظ میں ادا کر دی گئی۔ اور پورا مواد استعمال ہو گیا۔ یہ مساوات ہے۔

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو☆ پیکرِ عمل بنکر غیب کی صدا بن جانا

اصغر نے بات کہنے کا حق ادا کر دیا، دلیل بھی دے دی، حوصلہ بھی ہے۔

جگر کہتے ہیں: آدمی آدمی سے ملتا ہے☆ دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

یہ تجربہ ہے اور بہت عام ہے، مکمل ایک بات ہے۔

دوم ایجاز: کم الفاظ میں پورا مواد استعمال کر لینا ایجاز ہے۔ جیسے ہمارے نصاب میں کافیہ، سلم اور قدوری کو ایک ایک جملے میں ایک ایک صفحے کی باتیں بند ہیں۔ ایجاز کا مثالی کردار قرآن پاک ہے۔

سوم اطناب: کسی بات یا مراد کو بیان کرنے میں کچھ زیادہ الفاظ استعمال کرنا جیسے ماں بچے کو استاد شاگرد کو، ڈاکٹر مریض کو، مقرر جلسے والوں کو، سمجھانے کے لیے ان کے مطابق سہل اور زیادہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔

چہارم تطویل: بات کو اتنا طول دینا کہ سننے والے اکتا جائیں تطویل ہے۔ جو

اطناب کی ایک شکل ہے، مگر عیب دار ہے۔ جیسے دیہاتی واعظ، پیشہ ور مقرر یا بیوقوف لوگ کرتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے۔

ملے کہیں تو میں لے لوں زبان واعظ کی ☆ عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

پنجم تعقید: کسی بات کو یا مراد کو اتنے کم الفاظ میں استعمال کرنا کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کی مراد سمجھ سکیں۔ تعقید آج کل ایک فن بن گئی ہے اور اچھا فن ہے کہ دوسرا کوئی میری مراد کو سمجھ نہ سکے اس لیے تعقید پیدا کی جاتی ہے اور اس کو سکھاتے بھی ہیں۔ تعقید کی تین صورتیں ہیں۔

اول کوڈ نمبر: دو آدمی مقرر کر لیتے ہیں کہ فلاں لفظ یا فلاں گنتی اس بات کی علامت ہوگی۔ تو دوسرا شخص سمجھ لیتا ہے تیسرا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح الٓمٓ. کٓھٰیٰعٓصٓ اور یٰسٓ جیسے الفاظ میں خدا نے اپنے رسول سے کچھ کہا ہے جسے تیسرا نہیں جانتا۔ اسی طرح مولانا عبیداللہ سندھی نے ریشمی رومال تحریک چلائی تھی تو رومال پر کچھ خاص الفاظ کی کڑھائی کرادی گئی تھی، جس کا مطلب ہے جنگ آزادی کا بگل بج جانا اور ہندوستان بھر میں انگریزوں کے خلاف طاقت کا استعمال شروع کر دینا۔

دوم شارٹ: کسی تقریر کو مختصر مختصر جملوں میں نوٹ کر لیتے ہیں پھر اسے پوری تقریر بنا لیتے ہیں۔ خفیہ پولس یہ کام خوب کرتی ہے۔ اسی طرح طویل عہدوں کے نام کے بجائے اسے مختصر کرنے کے لیے حروف مقرر دیئے جیسے ایس پی، ڈی ایم یہ عہدہ ہوتا ہے۔ مؤثر رہتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ کس عہدے کا آدمی ہے اور اس کے کیا کیا اختیارات ہیں۔

سوم معمے: بچوں سے پوچھتے ہیں کہ شاہ جی کے باغ میں دوشالہ اوڑھے کھڑی ہے کیا ہے؟ اور وہ بتاتا ہے کہ گنا ہے اس کو چیستاں کہتے ہیں۔

چہارم مجمل فقرے: بعض شعراء بھی اس قدر مختصر اور شاٹ زبان میں کہتے ہیں کہ جلد اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ اک چیستاں اور معمہ بن جاتے ہیں۔

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

اس میں پیچیدگی بہت ہوتی ہیں، شاعری اور زبان کے لیے یہ عیب ہے، باقی چیزیں عیب نہیں فن ہیں۔

قسم اول بیان ایجاز

عبارت میں ایجاز پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں قصر اور حذف۔

(۱) ایجاز قصر: اس میں کوئی مفرد یا مرکب حرف نہیں ہوتا مگر بات مختصر ہو جاتی ہے۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) عطف۔ (۲) تقدیم۔ (۳) استثنیٰ اور (۴) بعض حروف۔

عطف: دو جملوں کو عطف کرنے سے جملہ مختصر ہو جاتا ہے خواہ عطف کسی منفی کا ہو یا مثبت کا۔ جیسے سعید آیا نہ حامد (بحث گزر چکی ہے)

تقدیم: ایاک نعبد کی اصل تھی نعبدک مگر کاف کو مقدم کر دیا تو حصر پیدا ہو گیا۔ اس کا نام ہے تقدیم ماحقہ التاخیر، اس سے حصر پیدا ہو گیا۔

استثنیٰ: صفات یا افراد کی نفی کے بعد جس کا استثنا ہوگا اس کی خصوصیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ جیسے وما محمد الارسول .ان الحکم الا اللہ

بعض حروف: بعض حروف اور الفاظ انحصار اور تخصیص کے لیے موضوع ہیں ان کو استعمال کیا جائے جیسے انما پوری بات میں انحصار پیدا کرتا ہے، جیسے انما الاعمال بالنیات. انما انا بشر مثلکم۔

ایجاز حذف: (۱) حذف کی ایک صورت یہ ہے کہ واقعات کے اجزاء حذف کر کے اسے مختصر کر دیا جائے، جیسے حضرت یوسف کے واقعات میں سے بہت سے حصے حذف ہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کسی اسکیم یا تبصرے یا واقعہ کا پس منظر یا غیر ضروری تفصیلات حذف کر دی جائیں حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا تو فرعون سے مقابلہ کی تفصیلات کہیں مذکور ہے کہیں محذوف جب کہ واقعات ایک ہی طرح ہوئے ہیں۔

(۳) حذف کی تیسری صورت بہت رائج ہے کہ جملے کی کسی جز کو حذف کر دیا جائے بشرطیکہ اس کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔

مثلاً:-

(۱) فعل حذف: جیسے سوال ہوا کون آیا؟ تم نے کہا حامد۔ یعنی آیا۔

(۲) فاعل: سوال ریل آ گئی۔ جواب آ گئی یا جواب جی ہاں، دونوں حذف۔

(۳) مفعول: وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ کیا کہیں کیا سنیں محذوف ہے۔

(۴) مضاف: پورے شہر میں ہلچل ہے یعنی اہل شہر میں۔

(۵) مضاف الیہ: لکھنؤ اور دہلی کے محاورے یعنی لکھنؤ والوں کے۔

(۶) موصوف: بنارسی، لنگڑا خوب چل رہا ہے۔ یعنی لنگڑا آم۔

(۷) صفت: ایسے کباب تھے کہ لطف آ گیا یعنی عمدہ کباب۔

(۸) مسند الیہ: بھائی جان مبارک ہو یعنی شادی۔ یا حج یا سفر۔

(۹) مسند: نہ تم نے خریدا نہ مسعود نے یعنی نہ مسعود نے خریدا مسند حذف۔

(۱۰) حروف شرط: دیکھ بھال نہیں کرو گے تو یہی ہوگا۔ یعنی اگر دیکھ بھال نہ ہوگی۔

(۱۱) جزاء: اگر بازار جانا ہی ہے تو دیر کیوں کرتے ہو۔ یعنی جانا ہے تو جاؤ۔

(۱۲) جملہ: بسم اللہ کیجئے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کیجئے۔ لاحول پڑھیے یعنی خراب کام ہے۔ تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر بچ جائے۔

بول چال میں اس طرح بہت سی چیزیں شخصیت ماحول متکلم، مخاطب کی وجہ سے محذوف ہوتی ہے۔

(۱) سود حرام ہے۔ یعنی اس کا کھانا یا اس کا لین دین کرنا۔

(۲) مرغ حلال ہے یعنی اس کا گوشت کھانا۔ نہ کہ اس کا پالنا۔

(۳) بلی حرام ہے یعنی اس کا کھانا۔ پالنا نہیں۔

(۴) اجنبی عورت حرام ہے۔ یعنی اس سے ملنا جلنا۔ یا ہنسی مذاق کرنا نہ کہ اس کو نکاح کا پیغام دینا۔

(۵) چاقو اچھا ہے یعنی اس کی بناوٹ، اسکی دھار۔ اس کی کاٹ۔

(۶) دریا بڑھ رہا ہے یعنی اس کا پانی یا پاٹ یا سیلاب یا طوفان۔

(۷) چراغ جل رہا ہے یعنی تیل اور بتی۔

(۸) شعیب بڑا آدمی ہے یعنی مال میں علم میں طاقت میں عمر میں عقل یا تجربہ میں جیسا ماحول ہو۔

(۹) شہر اچھا ہے یعنی عمارتیں، بازار، گلی کوچے۔

(۱۰) دہرا لیٹ ہے یعنی دہرادون سے آنے والی ریل، گومتی گئی یعنی گومتی گاڑی۔

(۱۱) محذوفات بہت ہوتی ہیں مگر ہر چیز کی حیثیت کے مطابق اس لیے سانپ خوبصورت ہے اس کی صرف شکل مراد ہے زہر نہیں، کاٹ نہیں، پھپکار نہیں۔

حذف ماننا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ متکلم کی منشاء پوری ہوگی نہ مخاطب ہی مطمئن ہوتا ہے۔ کہیں بات مہمل رہے گی کہیں کسر رہ جائے گی۔

مواقع ایجاز

موقع و محل ایسا ہوتا ہے کہ بات مختصر یا طویل یا لمبی چوڑی کرنی ہوتی ہے اس لیے ہر قسم کے کلام ہر موقعہ پر کام نہیں دے سکتے ،تو مواقع سمجھنے کی ضرورت ہے۔ (۱) کسی قوم، جماعت، ملک یا علاقے کا دستور بناتے وقت قوم کا مزاج، اس کی رہن سہن، اس کا اندرونی ماحول اور اس کا تاریخی پس منظر دیکھ کر اس کا دستور بناتے ہین جو صدیوں کا کام کرتا ہے۔

(۲) ہر فن میں اس کی اصولی اور بنیادی باتیں بطور متن لکھی جاتی ہیں تو اس فن کے لوگ صدیوں اس کی توضیح وتشریح کرتے رہتے ہیں۔
(۳) اعلان، پوسٹر اور اشتہار کی زبان مختصر جامع اور صاف لکھی جاتی ہے۔
(۴) ہر زبان کا محاورہ، ضرب المثل روزمرہ کسی واقعہ یا کسی حادثہ یا کسی تجربہ سے بن جاتے ہیں مگر بہت مجمل ہوتے ہیں پھر بھی پوری بات سمجھا دیتے ہیں اور کسی بات پر تنقید وتبصرہ بھی کر دیتے ہیں جیسے آگ لگا کے جمالو دور کھڑی۔

کوئی واقعہ تھا اور اب کسی ایسی جگہ بولتے ہیں جو واقعہ بتانے کے لیے نہیں بلکہ اس ماحول پر تنقید وتبصرہ کے لیے اور اس سے بیزاری ظاہر کرنے کے لیے۔
(۵) شاعر اور قلم کار جب غالب اور مولانا آزاد کی طرح کہنہ مشق ہو جاتا ہے تو چند لفظوں میں بڑی بڑی باتیں کر جاتا ہے۔ دیکھئے دیوان غالب اور غبار خاطر جگر کہتے ہیں۔

حسن سراپا جذب وگریز ☆ عشق مجسم حسن طلب

حسن اور عشق دونوں کی تین تین لفظوں سے تعریف بھی کر دی، دونوں کا امتیاز بھی بتا دیا، اس طرح کم سے کم لفظوں میں بہت سے معانی کو سمیٹ لینا ایجاز ہے۔

دوم بیان اطناب

ہماری بول چال میں مساوات، ایجاز، اطناب سب رہتے ہیں مگر مادری زبان کی وجہ سے اور اصطلاحوں کی واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے امتیاز نہیں کر پاتے کہ کس جملے میں کیا بات موجود ہے۔ اطناب کی بہت سی قسمیں ہیں۔
(۱) توضیح: کسی مبہم بات کو کھول کر بیان کر دینا توضیح ہے۔ جیسے منیجر دورے پر ہیں مبہم ہے۔ اور جب کہا کہ لکھنؤ، دہلی اور ممبئی ہو کر واپس ہوں گے۔ تو یہ توضیح ہے۔ پہلا جملہ ایجاز ہے دوسرا اطناب۔

(۲) تشریح: اصول، قانون اور ضابطہ کے مختصر جملوں میں جو بات کہی جاتی ہے وکیل، جج اور قاضی عمر بھر اس کی تشریح بیان کرتے رہتے ہیں جیسے نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ تو وضو کے فرائض، واجبات اور سنن کو بیان کر کے اس عنوان کی تشریح کر سکتے ہیں۔

(۳) تفصیل: جیسے منافق کی تین علامتیں ہیں۔ یہ بات مبہم نہیں مجمل ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ عادۃً جھوٹ بولنا، گالم گلوچ کر لینا اور وعدہ خلافی کرتے رہنا۔ اسی طرح انداز بیان کی پانچ قسمیں ہیں، ایجاز، مساوات، اطناب، اجمال، تفصیل۔

(۴) توشیع: حدیث میں ہے کہ انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو دو باتیں جوان ہو جاتی ہیں سوال ہوا کہ وہ باتیں کیا ہیں جواب دیا کہ الحرص والامل۔

(۵) تمثیل: اصول ہے کہ المسکر حرام۔ پھر اس کی مثال دیتے ہیں جیسے شراب تاڑی، گانجا، یا اس زمانے میں فقہاء کچھ اور مثالیں تلاش کر لیں گے۔

(۶) عموم وخصوص: بازار سے آم لاؤ، ایک عام لفظ ہے مگر تم جا کر دسہری، لنگڑا اور سفیدہ لاتے ہو، نوکر تلاش کرو تو تندرست، تجربہ کار، محنتی آدمی تلاش کرتے ہو۔ اس طرح عام بول کر خاص سمجھاتے اور سمجھتے ہیں۔

(۷) تاکید وتکرار: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اہم بات کو تین دفعہ فرماتے تھے، شعراء ردیف وقافیہ دہرا کر ایک قافیہ سے کتنے معانی پیدا کرتے ہیں اور اسے کتنی وسعت دیتے ہین بلکہ بعض تو ان میں نئی جان ڈال دیتے ہیں جیسے غالب نے مرے آگے کی ردیف کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔

(۸) اعتراض: ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ یا لفظ بلاضرورت لاتے ہیں مگر کسی تعلق سے لاتے ہیں اور سبھی لوگ لاتے ہیں جیسے۔

(۱) دعا: حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، محمد شعیب سلمہ۔

اقبال نے کہا ہے۔

(۲) بد دعا: شکوہ اللہ سے خاکم بدھن ہے مجھ کو۔ خاکم بدہن بد دعا ہے۔

(۳) شکر: اصحاب نبی کا ذکر ہوتا ہے تو کہئے شکر اللہ مساعیھم.

(۴) ہمت افزائی: تم پاس ہو گئے ماشاءاللہ۔

(۵) ندامت: غلطی مجھ سے ہوگئی استغفر اللہ۔ میں اور آپ کی مخالفت توبہ توبہ۔

(٦) تحسین: سبحان اللہ۔ شب بخیر۔

(۷) ترجیع: بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

(۸) تنبیہ: تم پڑھتے نہیں عمر ضائع کرتے ہو۔ لاحول ولاقوۃ

(۹) داد دینا: کیا عمدہ شعر کہا ہے واہ واہ۔

(۱۰) تفہیم: بچوں بوڑھوں، بیماروں اور عوام کو بات سمجھانے میں بات آسان اور لمبی اور بار بار کی جاتی ہے۔

(۱۱) دلچسپ: حساب میں ۲-۵-۹ جوڑنے کے بجائے بچوں سے کہتے ہیں کہ ۲ سیب ۵ امرود اور ۹ کیلے کتنے ہوئے اس میں اطناب تو ہے مگر دلچسپ ہو گیا۔ یا کہتے ہیں کہ میں بات جلد سمجھا دوں گا۔ اس کو کہئے کہ میں بات چٹکی بجاتے سمجھا دوں گا۔ محاورہ کا اضافہ ہے اس سے خوبصورتی بڑھ گئی۔

(۱۲) مبالغہ: کرنا ہو تو ضرورت سے زیادہ الفاظ بڑھا دیتے ہیں یہ بھی اطناب ہے۔ مگر

تم سلامت رہو ہزار برس ☆ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(۱۳) تزئیل: کوئی بات کہی گئی ہو پھر آخر میں کوئی محاورہ کوئی شعر کوئی حدیث یا آیت پڑھ دی گئی اس سے وہ بات پختہ اور ناقابل انکار ہو جاتی ہے جیسے کسی چور ڈاکو کی کہانی کے بعد کہہ دیتے ہیں۔ برے کام کا برا انجام۔ قرآن حق و باطل کا تذکرہ کرنے کے بعد اک اصول کا حوالہ دیا ہے۔ ان الباطل کان زہوقا۔ یہ واقعات سے الگ بات ہوئی ہے مگر اس پر طنز یا تنقید یا پختگی کے لیے کہتے ہیں اس لیے اطناب ہے مگر مفید ہے۔

(۱۴) تکمیل: کوئی بات مکمل تھی مگر کہیں کسی وجہ سے اشتباہ پیدا ہوگیا تو اس عبارت میں کسی لفظ کا اضافہ کر کے اشتباہ ختم کر لیتے ہیں۔ یہ اطناب تو ہے مگر تکمیل کے لیے مفید و معتبر ہے۔ مثلاً سحری کے لیے آیت نازل ہوئی کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود مگر بعض صحابہ کو دھاگا باندھنے پر اشتباہ ہوا تو وحی آئی کہ الاسود کے بعد من الفجر بڑھا دو اب بات بالکل صاف ہوگئی من الخیط الاسود من الفجر۔

(۱۵) احتراس: جو بات کہی گئی ہے اس کو متکلم کی منشاء کے خلاف بھی استعمال کر سکتے ہیں اس لیے بات مکمل ہونے کے باوجود کچھ الفاظ بڑھائے جاتے ہیں تا کہ متکلم کی منشاء پوری ہو سکے۔ مثلاً صراط المستقیم کی نشاندہی قرآن نے کی ہے۔ صراط الذین انعمت علیہم سے سوال یہ ہے کہ اس میں موجودہ یہود و نصاریٰ شامل ہیں یا نہیں؟ کیونکہ قدیم میں وہ بھی انعام یافتہ تھے۔ جس کا شاہد قرآن خود ہے۔ جواب یہ ہے کہ خدا نے ان کو نظر انداز کر کے مشرکین مکہ میں قرآن اتارا ہے۔ اور ان پر غضب اور گمراہی کا الزام لگایا ہے۔ اس لیے وہ داخل نہیں رہ گئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی غیر المغضوب علیہم۔ اور ولا الضالین۔ کہہ کر انہیں مستثنیٰ کر دیا ہے۔ یہ اطناب ہے مگر اس کے بغیر متکلم کی منشا پوری نہیں ہوتی اس لیے وہ لازمی ہے۔ معلوم ہوا کہ کلام اگر مکمل ہو جائے مگر متکلم کی منشاء نہ پوری ہو تو اطناب سے کام لے کر اس کی منشا پوری کرنا ضروری ہے۔

تو مساوات، ایجاز، اور اطناب تینوں کے الگ الگ مواقع ہیں اور تینوں انداز کلام کے طور پر مقبول ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اور عاد ثمود کے قصے بار بار ذکر کئے ہیں اور مختلف انداز کلام میں، کہیں بہت ایجاز ہے کہیں اطناب اور کہیں مساوات، کہیں واقعہ کی رعایت کہیں مخاطب کی کہیں مضمون کی کہیں موجودہ قوم کی۔

حشو و تطویل

اطناب کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ بلا ضرورت استعمال ہو جائے تو اسے حشو کہتے ہیں مثلاً کل پرسوں تک آؤں گا۔ ظاہر ہے کہ پرسوں تک مہلت لینے کے بعد کل کہنا فضول ہے۔ تھوڑا بہت کھا لیجئے جب تھوڑا کھلانا ہے تو بہت فضول ہے۔ مگر دونوں مل کر جو تیسرا مفہوم پیدا کرتے ہیں تو مقبول ہے مگر کبھی حشو ہو کر ناگوار ہوتا ہے۔ جیسے آب زمزم کا پانی۔ اور کل گزشتہ گیا تھا۔ بے فضول باتیں مت کرو۔ یہ حشو ہے اور ناگوار ہوتا ہے۔

کبھی غصہ سوار ہو جاتا ہے تو نوکر کو نالائق، گدہا، احمق کہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ تطویل بھی ہے حشو بھی، اس لیے ناگوار بھی۔

والحمد للہ رب العلمین اولاً و آخراً۔

☆☆☆

دیگر تصنیفات

لیسری	اردو	مطبوعہ	منطق کے بنیادی ابتدائی مسائل
امالی شیخ الاسلام اول	"	مرتب غیر مطبوعہ	درس ترمذی کی ۲۲ تقریریں
امالی شیخ الاسلام ثانی	"	"	" "
امالی شیخ الاسلام ثالث	"	"	" "
اسوۃ الحبیب اول	عربی	مطبوعہ دہلی	اخلاقیات کیلئے مختصر حدیثیں
اسوۃ الحبیب دوم	"	"	" "
نجم سحر	اردو	مطبوعہ	شعری مجموعہ
دارورسن تک	اردو	مطبوعہ	شعری مجموعہ
حسن معانی	اردو	مطبوعہ	بلاغت
زور بیان	اردو	مطبوعہ	بلاغت
دلائل حنفیہ	"	مطبوعہ	احناف کی طرف سے غیر مقلدین کے جوابات
شرعی پنچایت کے اصول	"	مطبوعہ	حیلۂ ناجزہ کی تشریح
دانشور گورکھپور	"	مدیر	ماہنامہ
ترجمان دارالعلوم دہلی	"	مدیر	ماہنامہ